بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ　وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

شمارہ 42

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر
منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

14 ربیع الاوّل 1443 ہجری قمری ● 21 اخاء 1400 ہجری شمسی ● 21 اکتوبر 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ

(سورۃ المائدہ:93)

ترجمہ: اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (برائی سے) بچتے رہو۔ اور اگر تم پیٹھ پھیر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف واضح پیغام پہنچانا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15 اکتوبر 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

انسانی کمزوری کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے، وہ ایک قدم بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید کے بغیر نہیں چل سکتا

جب وہ اس قدر کمزوریوں کا نشانہ اور مجموعہ ہے تو اس کیلئے امن اور عافیت کی یہی سبیل ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ اسکا معاملہ صاف ہوا

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

فانی فی اللہ کا مقام

خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف انسان کھنچا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ میں فنا ہو جاتا ہے تو اس سے وہ کام صادر ہوتے ہیں، جو خدائی کام کہلاتے ہیں۔ اس پر اعلیٰ سے اعلیٰ انوار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ انسانی کمزوری کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے۔ وہ ایک قدم بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید کے بغیر نہیں چل سکتا۔ میں تو یہاں تک یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے مدد نہ ملے تو وہ رفع حاجت کے بعد ازار بند تک بھی باندھنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے کہ انسان چھینک کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ انسان کمزوریوں کا مجموعہ ہے اور اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا (النساء:29) اس کا اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ سر سے پاؤں تک اتنے اعضاء نہیں، جس قدر امراض اس کو لاحق ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ اس قدر کمزوریوں کا نشانہ اور مجموعہ ہے تو اس کیلئے امن اور عافیت کی یہی سبیل ہے کہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ اسکا معاملہ صاف ہو اور وہ اس کا سچا اور مخلص بندہ بنے اور اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ صدق کو اختیار کرے۔ جسمانی نظام کی کُل بھی صدق ہی ہے۔ جو لوگ صدق کو چھوڑتے ہیں اور خیانت کر کے جرائم کو پناہ میں لانے والی سِپر کذب کو خیال کرتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں۔

کذب اختیار کرنے سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے

آنی اور عارضی طور پر شاید کوئی فائدہ انسان سمجھ لے لیکن فی الحقیقت کذب اختیار کرنے سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے اور اندر ہی اندر اسے ایک دیمک لگ جاتی ہے۔ ایک جھوٹ کیلئے پھر اسے بہت سے جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں، کیونکہ اس جھوٹ کو سچائی کا رنگ دینا ہوتا ہے۔ پس اسی طرح اندر ہی اندر اسکے اخلاقی اور رُوحانی قویٰ زائل ہو جاتے ہیں اور پھر اُسے یہاں تک جرأت اور دلیری ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھی افتراء کر لیتا اور خدا کے مُرسلوں اور ماموروں کی تکذیب بھی کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اَظۡلَم ٹھہرتا ہے۔ جیسا کے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ (الانعام:21) یعنی اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا باندھے یا اس کی آیات کی تکذیب کرے۔ یقینا یاد رکھو کہ جھوٹ بہت ہی بُری بلا ہے۔ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹ کا خطرناک نتیجہ کیا ہوگا کہ انسان خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور اُس کی آیات کی تکذیب کر کے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس صدق اختیار کرو۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 333، مطبوعہ 2018 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مانگنے کی مذمت اور اس سے بچنے کی ترغیب

(1480) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے پھر صبح کو پہاڑ کی طرف نکل جائے اور لکڑیاں اکٹھی کرے اور اُن کو بیچے اور کھائے اور صدقہ بھی کرے۔ اُس کیلئے اِس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے۔

اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت

(1489) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک گھوڑا بطور صدقہ دیا۔ پھر انہوں نے اسے بکتے ہوئے دیکھا اور خریدنا چاہا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔

(صحیح بخاری، جلد 3، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ 2008 قادیان)

اگر انسان کی زندگی صرف اس دنیا تک ختم ہو جاتی ہے تو گویا اس قدر بڑی دنیا اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے پیدا کی ہے کہ انسان اس میں پیدا ہو، کچھ دن کھائے پیئے اور پھر مر جائے اور یہ خیال بالکل خلاف عقل ہے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ الحجر آیت نمبر 86 وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی آسمان و زمین کی پیدائش پر غور تو کرو کیا وہ بلا مقصد نظر آتی ہے۔ اس کارخانہ پر نظر ڈالنے سے ہر اک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اس قدر بڑا انظام کس غرض سے ہے اور اس سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ساعۃ ضرور آنے والی ہے۔ ساعۃ کا لفظ قیامت کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس موعود گھڑی کیلئے بھی جو انبیاء کے دشمنوں کی تباہی اور ان کے ماننے والوں کی ترقی کیلئے مقرر ہوتی ہے۔ آیت کا پہلا حصہ دونوں ساعتوں کیلئے بطور دلیل ہے۔ زمین و آسمان کی پیدائش قیامت کی بھی دلیل ہے اور نبیوں کی کامیابی اور ان کے دشمنوں کی تباہی کی بھی۔

قیامت کی اس طرح کہ اگر انسان کی زندگی صرف اس دنیا تک ختم ہو جاتی ہے تو گویا اس قدر بڑی دنیا اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے پیدا کی ہے کہ انسان اس میں پیدا ہو کچھ دن کھائے پیئے اور پھر مر جائے اور یہ خیال بالکل خلاف عقل ہے۔ اس قدر بڑے نظام کا پیدا کرنا ایک بہت بڑی غرض کیلئے ہی ہوسکتا ہے اور وہ غرض پوری ہوتی اس دنیا میں نظر نہیں آتی۔ پس ضرور ہے کہ انسان کی زندگی اسی دنیوی حیات تک ختم نہ ہو بلکہ اس نظام کی عظمت کے مطابق ایک بڑے زمانہ تک چلی جائے جس میں وہ ایک ایسے اعلیٰ مقام کو پالے جو اس نظام کی عظمت کے مطابق ہو۔

اگر غور کیا جائے تو سارے نظام تو الگ رہا۔ اللہ تعالیٰ چھوٹی سے چھوٹی چیز میں ہی ایسے اسرار رکھے ہیں کہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔ انسانی جسم کو ہی لے لو، اس کا نظام کیسا پیچیدہ ہے۔ ہزاروں لاکھوں اطباء اور علم تشریح کے ماہر اسکی حقیقت کے معلوم کرنے میں لگے ہوئے ہیں لیکن اب تک ان امور کا احاطہ نہیں کر سکے جو جسم انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کے نزول کے زمانہ کے بعد تو یورپ نے سائنس میں بے انتہا کمال حاصل کیا ہے مگر اب تک انسانی جسم کے متعلق پورا احاطہ نہیں کر سکا۔

پھر اس قدر وسیع قوانین پر جس وجود کی بنیاد رکھی گئی ہے اسکی پیدائش کے مقصد کو اس قدر حقیر بتانا جیسا کہ قیامت کے منکر بتاتے ہیں کس طرح معقول سمجھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح یہ نظام انبیاء کی کامیابی اور ان کے دشمنوں کی تباہی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ زمین کو آسمان سے جدا کر دو پھر اسکی کیا حالت ہو جاتی ہے، ایک دن بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ پس جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ روحانی آسمان سے قطع تعلق کر کے بچ رہیں گے کیسے اندھے ہیں۔ جس طرح اس نظام کامل کا جزو رہتے ہوئے ہی زمین محفوظ رہ سکتی ہے اسی طرح روحانی نظام کا جزو بننے سے ہی انسان ہلاکت سے بچ سکتا ہے ورنہ اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں خصوصاً جبکہ وہ اس نظام پر حملہ آور ہو تو اسکی نجات قطعاً ناممکن ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کو بتایا گیا ہے کہ آسمانِ روحانی سے قطع تعلق کر لینے کی وجہ سے ان کے سامان کسی کام بھی نہ آئیں گے بلکہ اب انکی تباہی اور مسلمانوں کی ترقی کا وقت آن پہنچا ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 107، مطبوعہ قادیان)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 2021ء (مکمل متن)
خطبہ جمعہ فرمودہ 1 اکتوبر 2021ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
اہم سوالات کے جوابات : از حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ
واقفین نو بنگلہ دیش کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات
قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے: اعتراضات کے جوابات
خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بطرز سوال و جواب
نماز جنازہ غائب بر موقع جلسہ سالانہ UK
وصایا
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی؟

توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کیساتھ بھی مقابلہ کرنیکی طاقت نہیں اگر پادری صاحبان اپنی کل کتابوں سے صرف سورۃ فاتحہ کا ہی مقابلہ کر دکھائیں تو ان کو پانچ سو روپے نقد انعام دینے کا پُرشوکت چیلنج اور حتمی وعدہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب ”سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب“ رُوحانی خزائن جلد 12 سے پیش کررہے ہیں۔ سراج الدین پہلے مسلمان تھے اور ایف ایس سی کالج لاہور میں پروفیسر تھے۔ عیسائیت اختیار کرنے کے بعد یہ سراج الدین عیسائی ہوگئے۔ 1897 میں قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت میں رہ کر مسلمان ہوگئے۔ پھر جب لاہور واپس ہوئے تو پادریوں نے دوبارہ انہیں اپنے دام میں گرفتار کرلیا اور عیسائی ہوگئے۔ عیسائی ہونے کے بعد انہوں نے لاہور سے چار سوالات بغرض جواب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوائے جن کا جواب لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے افادہ عام کے لئے شائع کردیا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے انعامی چیلنج میں فرماتے ہیں کہ توریت وانجیل سورہ فاتحہ کا جو صرف سات آیات ہیں مقابلہ نہیں کرسکتیں تو انہیں پورے قرآن کا مقابلہ کرنے کی کب جرأت ہوسکتی ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی کے اظہار کے لئے ہم نے گزشتہ شمارہ میں توریت وانجیل کا قرآن کریم سے کچھ موازنہ پیش کیا تھا۔ اس شمارہ میں کچھ مزید موازنہ پیش کرنے کے بعد ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انعامی چیلنج پیش کریں گے۔

توریت ایک بیہودہ سختی کی طرف کھینچتی ہے اور انجیل ایک بیہودہ عفو پر زور دے رہی ہے جبکہ قرآن شریف وقت شناسی کی تاکید کرتا ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

چونکہ انسان سہو ونسیان سے مرکب ہے اور نوع انسان میں خدا کے احکام عملی طور پر ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتے اس لئے ہمیشہ نئے یاد دلانے والے اور قوت دینے والے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن قرآن شریف صرف ان ہی دو ضرورتوں کی وجہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ پہلی تعلیموں کا درحقیقت متمم اور مکمّل ہے۔ مثلاً توریت کا زور حالات موجودہ کے لحاظ سے زیادہ تر قصاص پر ہے اور انجیل کا زور حالات موجودہ کے لحاظ سے عفو اور صبر اور درگذر پر ہے اور قرآن ان دونوں صورتوں میں محل شناسی کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک باب میں توریت افراط کی طرف گئی ہے اور انجیل تفریط کی طرف اور قرآن شریف وسط کی تعلیم کرتا اور محل اور موقعہ کا سبق دیتا ہے۔ گو نفس تعلیم تینوں کتابوں کا ایک ہی ہے مگر کسی نے کسی پہلو کو شدّ ومد کے ساتھ بیان کیا اور کسی نے کسی پہلو کو۔ اور کسی نے فطرت انسانی کے لحاظ سے درمیانہ راہ لیا جو طریق تعلیم قرآن ہے اور چونکہ محل اور موقعہ کا لحاظ رکھنا یہی حکمت ہے سو اس حکمت کو صرف قرآن شریف نے سکھلایا ہے۔ توریت ایک بیہودہ سختی کی طرف کھینچ رہی ہے اور انجیل ایک بیہودہ عفو پر زور دے رہی ہے اور قرآن شریف وقت شناسی کی تاکید کرتا ہے۔ پس جس طرح پستان میں آکر خون دودھ بن جاتا ہے۔ اسی طرح توریت اور انجیل کے احکام قرآن میں آکر حکمت بن گئے ہیں۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو توریت اور انجیل اس اندھے کے تیر کی طرح ہوتیں کہ کبھی ایک آدھ دفع نشانہ پر لگ گیا اور سو دفعہ خطا گیا۔ غرض شریعت قصّوں کے طور پر توریت سے آئی اور مثالوں کی طرح انجیل سے ظاہر ہوئی اور حکمت کے پیرایہ میں قرآن شریف سے حق اور حقیقت کے طالبوں کو ملی۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب رُوحانی خزائن جلد 12 صفحہ 359)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

جس وقت ہم قرآن کو غور سے دیکھتے ہیں اور صاف دل سے اس کے مقصد کے گہراؤ تک چلے جاتے ہیں تو ہمیں صاف دکھائی دیتا ہے کہ قرآن نے نہ توریت کی طرح انتقام اور سختی پر ایسا زور ڈالا ہے کہ جیسا کہ توریت کی لڑائیوں اور قانون قصاص سے ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ انجیل کی طرح یکدفعہ عفو اور صبر اور درگذر کی تعلیم پر گر پڑا ہے بلکہ بار بار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے۔ یعنی یہ حکم دیتا ہے کہ جو امر عقل اور شرع کے رو سے بہتر اور محل پر ہو اس کو بجالاؤ اور جس پر عقل اور شرع کا اعتراض ہو اور منکرات میں سے ہو اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ سو قرآن کے دیکھنے سے ایسا پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے قوانین اور حدود اور اوامر کو علم کے رنگ میں ہمارے دلوں میں جمانا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ شخصی امر اور نہی کے زندان میں ہمیں محبوس کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنی پاک شریعت کو قواعد کلیہ کے طور پر بیان کر دیتا ہے۔ مثلاً وہ ایک کلام کلی کے طور پر حکم فرماتا ہے کہ تم معروف کو بجالاؤ اور منکر سے دستکش ہوجاؤ۔ سو یہ دو کلمے یعنی معروف اور منکر ایسے جامع کلمے ہیں جو شریعت کے قوانین کو علمی رنگ میں لے آتے ہیں اور اس تعلیم سے ہر ایک محل میں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ حقیقی نیکی کیا ہے۔ مثلاً اس وقت جو زید نے ہمارا ایک گناہ کیا ہے تو کیا اس کو مارنا بہتر ہے یا عفو کرنا۔ اور ایک سائل جو ہم سے مثلاً ہزار روپیہ اس غرض سے مانگتا ہے کہ وہ اس روپیہ سے اپنے لڑکے کی دھوم دھام سے شادی کرے اور آتش بازی اور گانے والی عورتیں اور دوسرے باجوں کے ساتھ اپنے خاندان کے رسوم کے موافق اس رسم کو ادا کرے۔ تو گو ہم ہزار روپیہ اس کو دے سکتے ہیں مگر ہمیں امر معروف اور نہی منکر کے قاعدہ کے لحاظ سے سوچ لینا چاہئے کہ ایسی سخاوت سے ہم کس شخص کی مدد کرتے ہیں۔ غرض اسی طرح قرآن نے ہمارے دین اور دنیا کی بہبودی کیلئے ہمارے ہر ایک کار خیر میں محل اور موقعہ کی قید لگادی ہے۔ (ایضاً صفحہ 363)

توریت کی مثال اُس مسافر خانہ کی ہے جو آندھیوں اور زلزلوں سے گر گیا اور اینٹوں کا ڈھیر ہوگیا اور پاخانہ کی اینٹیں باورچی خانہ میں اور باورچی خانہ کی پاخانہ میں جا پڑیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن ان تمام کمالات کا جامع ہے جن کی انسان کو تکمیل نفس کیلئے حاجت ہے۔ اور توریت کی قرآن کے ساتھ یہ مثال ہے کہ جیسے ایک مسافر خانہ تھا وہ بڑی بڑی آندھیوں اور زلزلوں کے باعث سے گر پڑا اور بجائے اس مسافر خانہ کے ایک اینٹوں کا ڈھیر لگ گیا اور پاخانہ کی اینٹیں باورچی خانہ میں اور باورچی خانہ کی پاخانہ میں جا پڑیں اور سب مکان زیروزبر ہوگیا۔ پس اس سرائے کے مالک کو مسافروں کے حال پر رحم آیا۔ سو اس نے فی الفور بجائے اس مسافر خانہ کے ایک ایسا عمدہ اور آرام بخش مسافر خانہ طیار کیا جو اس پہلے سے بہتر اور مسافروں کے لئے نہایت آرام بخش مکانات اپنے اپنے قرینہ سے اس میں موجود تھے اور کسی ضرورت کے مکان کی کمی نہیں تھی۔ اور مالک نے اس آخر الذکر مسافر خانہ کی تعمیر میں کچھ تو وہی اینٹیں پہلے مسافر خانہ کی لے لیں اور کچھ زیادہ اینٹیں اور لکڑی وغیرہ مصالح بہم پہنچایا جو عمارت کو کامل طور پر کافی ہوسکتا تھا۔ سو قرآن شریف وہی دوسرا مسافر خانہ ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے!! (ایضاً صفحہ 361)

توریت وانجیل بنی نوع کی اعلیٰ درجہ کی حق گزاری کی تعلیم سے خالی ہیں

اور سراج الدین عیسائی کے تیسرے سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید میں بنی نوع انسان کی آپسی پیار و محبت کی تعلیم کے بارے میں کیا تعلیم ہے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اور اس سوال کی تیسری جزیہ ہے کہ قرآن شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ انسان انسان کے ساتھ محبت کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن نے اس جگہ بجائے محبت کے رحم اور ہمدردی کا لفظ لیا ہے کیونکہ محبت کا انتہا عبادت ہے اس لئے محبت کا لفظ حقیقی طور پر خدا سے خاص ہے۔ اور نوع انسان کیلئے بجائے محبت کے خدا کے کلام میں رحم اور احسان کا لفظ آیا ہے کیونکہ کمال محبت پرستش کو چاہتا ہے اور کمال رحم ہمدردی کو چاہتا ہے۔ اس فرق کو غیر قوموں نے نہیں سمجھا اور خدا کا حق غیروں کو دیا۔ میں یقین نہیں رکھتا کہ یسوع کے منہ سے ایسا مشرکانہ لفظ نکلا ہو بلکہ میرا گمان ہے کہ پیچھے سے یہ مکروہ الفاظ انجیلوں میں ملا دیئے گئے ہیں اور پھر ناحق یسوع کو بدنام کیا گیا۔ غرض خدا کی پاک کلام میں بنی نوع کیلئے رحم کا لفظ آیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ یعنی مومن وہ ہیں جو حق اور رحم کی وصیت کرتے ہیں۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی یعنی خدا کا حکم یہ ہے کہ تم عام لوگوں کے ساتھ عدل کرو اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم احسان کرو۔ اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم بنی نوع سے ایسی ہمدردی بجالاؤ جیسا کہ ایک قریبی کو اپنے قریبی کے ساتھ ہوتی ہے۔

اب سوچنا چاہئے کہ اس سے زیادہ دنیا میں اور کونسی اعلیٰ تعلیم ہوگی جس میں تمام بنی نوع کے ساتھ نیکی کرنا صرف احسان کی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ وہ درجہ جوش طبعی بھی بیان کردیا جس کا نام ایتاء ذی القربیٰ ہے۔ کیونکہ احسان کرنے والا اگرچہ احسان کے وقت ایک نیکی کرتا ہے مگر جزا اور پاداش کا خواہاں ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ کبھی منکر احسان اور کافر نعمت پر ناراض بھی ہوجاتا ہے۔ اور کبھی جوش میں آکر اپنا احسان بھی یاد دلاتا ہے۔ مگر طبعی جوش سے نیکی کرنا جس کو قرآن نے ذوی القربیٰ کی نیکی کے ساتھ مشابہت دی ہے، یہ درحقیقت آخری درجہ نیکی کا ہے جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نیکی کا نہیں کیونکہ ماں کی نیکی بچہ کے ساتھ اور اس کا رحم ایک طبعی جوش ہے اور ناکارہ شیر خوار سے کوئی شکر گزاری مطلوب نہیں۔

یہ تین درجے بنی نوع کی حق گزاری کے ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں۔ اب جب ہم توریت اور انجیل کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایماناً کہنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں اس اعلیٰ درجہ کی حق گزاری سے خالی ہیں۔ بھلا ہم ان دونوں کتابوں سے اس تیسرے درجہ کی کیا توقع رکھیں۔ ان میں تو پہلا اور دوسرا درجہ بھی کامل طور پر بیان

باقی صفحہ 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اَے اہلِ اسلام! یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے اور اس نے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں ان ممالک کا وارث بنا دیا ہے اور تمہیں زمین میں تمکنت عطا فرمائی ہے، پس تمہیں اپنے رب کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہئے، تم لوگ نافرمانی والے کاموں سے دور رہو کیونکہ نافرمانی والے کام نعمتوں کی ناشکری ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اللہ کسی قوم پر انعام کرے اور وہ ناشکری کریں پھر وہ جلد توبہ نہ کریں مگر ضرور ان کی عزت سلب کر لی جاتی ہے اور ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے، خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی کافی ہے (حضرت عمرؓ)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کے سفرِ ایلیا، فتحِ بیت المقدس اور ہرقل کی جانب سے حمص کے محاصرے اور اس کے سدِّ باب کا تفصیلی بیان

تین مرحومین مکرم چودھری سعید احمد لکھن صاحب (ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر حال مقیم کینیڈا)، مکرم شہاب الدین صاحب (نائب نیشنل امیر بنگلہ دیش) اور ارجنٹائن کے ابتدائی مقامی احمدی مکرم راؤل عبداللہ صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24 ستمبر 2021ء بمطابق 24 تبوک 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ذکر ہو رہا تھا۔ آج اسی تسلسل میں بیت المقدس کی فتح جو پندرہ ہجری میں ہوئی اس کا ذکر ہوگا۔ حضرت عَمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر بھی ان سے جاملا۔ عیسائیوں نے قلعہ بندی سے تنگ آ کر صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ خود حضرت عمرؓ آ کر صلح کا معاہدہ کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی رائے کو پسند کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپؓ بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کا یہ سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا۔ اس کا مقصد دشمنوں کے دلوں پر اسلامی رعب و دبدبہ بٹھانا تھا لیکن جب آپ روانہ ہوئے تو روایات میں ہے کہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہ تو ان کے ساتھ کوئی نقارہ تھا نہ کوئی لاؤ لشکر تھا یہاں تک کہ ایک معمولی سا خیمہ بھی ساتھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور چند ساتھی مہاجرین اور انصار میں سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ صرف ان کا ایک غلام، کھانے کے لیے کچھ ستو اور ایک لکڑی کا پیالہ تھا اور اونٹ پر سوار تھے لیکن اس کے باوجود جہاں بھی یہ خبر پہنچتی کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ سے بیت المقدس کا ارادہ کیا ہے تو زمین کانپ اٹھتی تھی۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 207 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2009ء)

اس بات کی وضاحت میں یہ ایک سفر کا مختصر سا حال بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں تفصیل نہیں ہے۔ بہرحال ایلیا ایک شہر تھا جس میں بیت المقدس موجود ہے، اس کا محاصرہ کس نے کیا تھا اور کس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیت المقدس تشریف لانے کی درخواست کی تھی؟ اس بارے میں طبری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط بھیجا جس میں ان سے امداد بھجوانے کی درخواست کی۔ اس میں حضرت عَمروؓ نے یہ تجویز کیا تھا کہ مجھے انتہائی گھمسان کی جنگیں درپیش ہیں اور کئی شہر ہیں جن سے جنگیں ابھی باقی ہیں۔ آپؓ کے ارشاد کا منتظر ہوں۔ حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عَمرو بن عاصؓ کا یہ خط پہنچا تو آپؓ سمجھ گئے کہ حضرت عَمروؓ نے یہ بات پوری معلومات کے بعد ہی لکھی ہوگی۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اپنے سفر کی منادی کرا دی اور سفر کے لیے کوچ کیا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 حصہ دوم صفحہ 804 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

طبری میں حضرت عمرؓ کی شام میں تشریف آوری کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا سبب دراصل یہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے شام کے دیگر شہروں کے معاہداتِ صلح کے مطابق صلح کرنی چاہی اور ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ اس معاہدہ صلح میں مسلمانوں کی طرف سے سربراہ کی حیثیت سے حضرت عمرؓ بھی شرکت کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ لکھا تو حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 449 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء) (معجم البلدان جلد اول صفحہ 348 دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن حضرت ابوعبیدہؓ کی روایت پر بعض مؤرخین کو تسلی نہیں ہے۔ محمد حسین ہیکل اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اُس روایت کو حقیقت سے بعید سمجھیں جس کا بیان یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ یا حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے تنہا یا مشترکہ طور پر بیت المقدس کا محاصرہ کیا جیسا کہ طبری، ابنِ اثیر اور ابنِ کثیر وغیرہ نقل کرتے ہیں۔ طبری کی روایت ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے شام آنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو اہل شہر نے، شام کے دوسرے علاقوں کے باشندوں سے جو صلح ہو چکی تھی انہی شرطوں پر انہیں صلح کی درخواست کی مگر اس میں اتنی شرط اَور بڑھائی کہ حضرت عمر بن خطابؓ خود تشریف لا کر صلح کی تکمیل کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں ارسال کی اور حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ یہ لکھتے ہیں کہ اس روایت کو ہم خلافِ حقیقت سمجھتے ہیں کہ بیت المقدس کے محاصرے کے وقت حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ حِمص، حلَب، اَنطاکیہ اور اس کے آس پاس کے شہروں میں فتوحات میں مصروف تھے اور ہرقل ان کے بالمقابل رُھاء مقام میں بیٹھا لشکر جمع کر رہا تھا کہ انہیں الٹے پاؤں واپس ہونے پر مجبور کر دے۔ یہ تمام واقعات بھی بیت المقدس کے محاصرے کی طرح سنہ 15 ہجری مطابق سنہ 636ء کے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ اسی سنہ میں کئی مہینے تک جاری رہا جس سنہ میں یہ دونوں سپہ سالار شام کے انتہا میں بڑھتے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہرقل کو اپنے دار السلطنت میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں کہ وہ دونوں ادھر مصروف تھے، یہ کہنا کہ ان میں سے کسی ایک یا دونوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ایک ایسی بات ہے جو کسی طرح نہیں بنتی۔ اس لیے ناقابل قبول قرار دینا پڑتا ہے۔ اب صرف یہ ایک روایت اَور باقی رہ جاتی ہے اور طبری نے بھی پہلے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ حضرت عَمرو بن عاصؓ نے کیا تھا جو طویل مدت تک جاری رہا اور بیت المقدس والوں نے بڑے جوش اور بڑی شدت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور یہی روایت ہماری رائے میں صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ اس مقاومت سے اتفاق رکھتی ہے یعنی جو مقابلہ ہو رہا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ بیت المقدس نے مختلف زمانوں میں ہر حملہ آور کے مقابلے میں ظاہر کی۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 365-366 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

محمد حسین ہیکل مزید لکھتا ہے کہ ”تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ محض صلح کی تکمیل اور عہد نامے کی تسویط“ یعنی تنفیذ ”کیلئے لشکر کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں اور اسی طرح تعجب ہے کہ اہلِ بیت المقدس معاہدۂ صلح کی تکمیل کیلئے حضرت عمرؓ کے مدینہ سے تشریف لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ اگر مدینہ سے کوئی قافلہ لگاتار سفر کر کے ان کی طرف آئے تو پورے تین ہفتے لگیں گے۔ اس لئے“ یہ کہتا ہے کہ ”میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محاصرے کی طوالت اور حضرت عَمرو بن عاصؓ کے ان خطوط سے جن میں دشمن کی طاقت کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی تھی حضرت عمرؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب ان سے نئی کمک طلب کی گئی تو اس کے ساتھ حضرت عمرؓ بھی روانہ ہو گئے اور جابیہ میں قیام فرمایا جو صحرائے شام اور سرزمینِ اردن کے درمیان واقع ہے۔ اس دوران میں حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ شام کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو حکم بھیجا کہ جابیہ میں آ کر ملیں تاکہ حضرت عمرؓ ان سے اور فوج کے دوسرے سرداروں سے مشورے کے بعد بیت المقدس کی مہم سر کرنے کی کوئی مفید ترین راہ تلاش کر سکیں۔ اَطْرَبُون اور صَفْرونِیُوس کو حضرت عمرؓ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔“

یہاں ناموں کا اختلاف ہے۔ عربی کتب میں یہ نام اَرْطَبُون لکھا ہے لیکن ہیکل کے نزدیک وہ درست نہیں ہے اس کی تحقیق کے مطابق نام اَطْرَبُون ہے اور صَفْرُونِیُوس کا نام عربی کتب میں صَفْرُونِیُوس لکھا ہے۔

بہرحال یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کوئی رستہ تلاش کرنے کے لیے کہ کیا سٹریٹجی (strategy) بنائی ہے اس کے لیے اکٹھا کیا تھا۔ ”حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ کے ہاتھوں شام پر جو بیتی تھی اس کی بھی اطلاع ملی تو انہوں نے سمجھ لیا“ یعنی ان دوسرداروں نے جو دشمنوں کے تھے ”کہ بیت المقدس کی مُقاوَمَت اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔“ یعنی مزید مقابلہ مشکل ہے ”چنانچہ اَطْرَبُون تو کچھ فوج لے کر چپکے سے مصر کھسک گیا اور بوڑھے پادری نے اپنی نجات کی طرف سے مطمئن ہو کر مسلمانوں سے صلح کی گفتگو شروع کر دی اور چونکہ اسے یہ معلوم تھا کہ امیر المومنینؓ جابیہ میں اقامت فرما ہیں“ جابیہ تک آ چکے ہیں ”اس لئے یہ شرط لگا دی کہ صلح کا معاہدہ لکھنے کے لئے وہ خود تشریف لائیں۔ جابیہ اور بیت المقدس میں اتنا فاصلہ نہ تھا کہ صَفْرونِیُوس کی اس درخواست کے جواب میں عذر پیش کر دیا جاتا۔“ تو یہ کہتے ہیں کہ ”یہ ہے وہ بات جسے میں صحیح سمجھتا ہوں اور جو شام و فلسطین پر حملے سے متعلق واقعات کے سلسلے میں تاریخی سیاق و سباق کے مطابق ہے۔“ (حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 358، 368 مطبوعہ

اسلامی کتب خانہ لاہور)(تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات وال انجازات السیاسیۃ صفحہ 279 از مکتبۃ الشاملۃ)

بہرحال ان خطوط کے ملنے کے بعد حضرت عمرؓ کی کیا مشاورت ہوئی؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ خطوط کے ملنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تمام معزز صحابہ کو جمع کیا اور مشاورت کی۔ حضرت عثمانؓ نے رائے دی کہ عیسائی مرعوب اور شکستہ دل ہو چکے ہیں۔ آپؓ ان کی درخواست کو ردّ کر دیں تو ان کو اَور بھی ذلت ہوگی اور یہ سمجھ کر کہ مسلمان ان کو بالکل حقیر سمجھتے ہیں بغیر شرط کے ہتھیار ڈال دیں گے لیکن حضرت علیؓ نے اس کے خلاف رائے دی اور حضرت عمرؓ کو ایلیا جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ مسلمانوں نے سردی، جنگ اور لمبے قیام کی غیر معمولی مشقت برداشت کی ہے۔ اگر آپؓ تشریف لے جائیں گے تو اس میں آپؓ کے اور مسلمانوں کے لیے امن و عافیت اور بہتری ہے لیکن اگر آپؓ نے انہیں اپنی اور صلح کی طرف سے مایوس کر دیا تو یہ بات آپؓ کے حق میں اچھی ثابت نہیں ہوگی۔ دشمن تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہیں گے اور انہیں اپنے ملک اور رومی بادشاہ کی طرف سے کمک پہنچ جائے گی خاص طور پہ اس لیے کہ بیت المقدس ان کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا ہے اور ان کی زیارت گاہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کو پسند اور قبول فرمایا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 124 ادارہ اسلامیات 2004ء)(ماخوذ از حضرت عمر فاروقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 369 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اس سفر میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ دیگر مہاجرین اور انصار کے علاوہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بھی تھے۔ اس سفر کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ ابوسعید مَقْبُرِی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اس سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے لیے تشریف فرما ہوتے اور ان کی طرف اپنا رخ کرتے۔ پھر کہتے ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں اسلام اور ایمان کے ذریعہ عزت بخشی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں شرف بخشا اور ہمیں آپؐ کے ذریعہ گمراہی سے ہدایت فرمائی اور گروہوں میں تقسیم کے بالمقابل ہمیں اکٹھا کیا اور ہمارے دلوں میں الفت پیدا کی اور دشمنوں کے بالمقابل آپؐ کے ذریعہ ہماری نصرت فرمائی اور ہمیں مختلف شہروں میں متمکن کیا اور آپؐ کے ذریعہ ہمیں آپس میں محبت کرنے والے بھائی بھائی بنا دیا۔ پس تم لوگ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو اور اس سے مزید مدد طلب کرو اور ان نعمتوں پر اللہ سے شکر کی توفیق مانگو اور وہ نعمتیں جن میں تم چلتے پھرتے ہو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تم پر انہیں پورا کر دے کیونکہ اللہ عزوجل اپنی جانب رغبت چاہتا ہے اور وہ شکر گزاروں پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے اس سفر کے دوران آغاز سے لے کر واپس تشریف لانے تک اس قول کو ہر صبح کہتے رہے اور اسے ترک نہ کیا۔ (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء، جلد 2 جزء اول صفحہ 292-293 عالم الکتب بیروت 1997ء) یعنی یہی ایک ہی پیغام روزانہ دیتے تھے۔

مسلمان سرداروں کو اطلاع دی جا چکی تھی کہ جابیہ میں آکر ان سے ملیں۔ اطلاع کے مطابق یزید بن ابی سفیانؓ اور خالد بن ولیدؓ وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان افسروں میں عرب کی سادگی باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے آئے کہ بدن پر حریر اور دیباج کی چکنی اور پر تکلف قبائیں تھیں اور زرق برق پوشاک اور ظاہری شان و شوکت سے عجمی معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگ ریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں یعنی سپہ گری کا جوہر انہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 124 ادارہ اسلامیات 2004ء)

کہ ظاہری رکھ رکھاؤ تم نے ان لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا ہے اور اندر سے تمہارا حلیہ عربوں والا ہی ہے (تو ٹھیک ہے) ایک روایت میں مذکور ہے کہ یزید بن ابی سفیان نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ہمارے پاس کپڑے اور سواریاں بہت ہیں اور ہمارے ہاں زندگی بہت عمدہ ہے اور مال بہت سستا ہے اور مسلمانوں کا وہ حال ہے جسے آپؓ پسند فرماتے ہیں۔ اگر آپؓ یہ سفید کپڑے پہنیں اور ان عمدہ سواریوں پر سوار ہوں اور اس بہت زیادہ اناج اور غلہ میں سے مسلمانوں کو کھانے کے لیے دیں تو ایسا کرنا شہرت کا باعث ہوگا اور امورِ سلطنت کی ادائیگی میں آپ کے لیے زیادہ زینت کا باعث ہوگا اور عجمیوں کے نزدیک آپ کی زیادہ عظمت کا موجب ہوگا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یزید! نہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس ہیئت اور حالت کو ترک نہیں کروں گا جس پر میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو چھوڑا تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ۔ جس طرح مَیں ان کے ساتھ رہا تھا اسی حال میں رہوں گا اور میں لوگوں کے لیے زینت اور زیبائش نہیں اختیار کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا کرنا مجھے میرے رب کے ہاں عیب دار نہ کر دے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کے ہاں تو میرا معاملہ عظمت اختیار کر جائے اور اللہ کے حضور بہت چھوٹا ہو جائے۔ پس حضرت عمرؓ اسی حالت پر قائم رہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں تھے یہاں تک کہ وہ دنیا سے کوچ کر گئے۔ (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء، جلد 2 جزء اول صفحہ 295 عالم الکتب بیروت 1997ء)

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلح نامہ کس طرح ہوا؟ اہل ایلیا کے نزدیک معاہدہ کہاں ہوا تھا؟ اس کے متعلق اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ جابیہ کے مقام پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا تھا۔ لکھا ہے کہ جابیہ میں قیام کے دوران حضرت عمرؓ فوج کے حلقے میں بیٹھے تھے کہ اچانک کچھ سوار نظر آئے جو گھوڑے دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کی تلواریں چمک رہی تھیں۔ مسلمانوں نے فوراً ہتھیار سنبھال لیے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے سواروں کی طرف اشارہ کیا تو آپؓ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں یہ لوگ امان طلب کرنے آئے ہیں۔ یہ لوگ ایلیا کے باشندے تھے۔ آپؓ نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد 2 حصہ دوم صفحہ 369-370۔ نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 125 ادارہ اسلامیات 2004ء)

پھر ایک روایت ہے۔ علامہ بلاذری اور محمد حسین ہیکل نے یہ لکھا ہے کہ صلح کا معاہدہ جابیہ کے بجائے ایلیا میں ہوا تھا تاہم محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ معاہدہ جابیہ میں ہوا تھا۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 368 و 371 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

(فتوح البلدان صفحہ 88، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مسلمانوں اور اہلِ ایلیا کے درمیان جو صلح نامہ ہوا اس کی تحریر تاریخ طبری میں یوں درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دی ہے۔ ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اور ان کی ساری قوم کو امان دی جاتی ہے۔ کوئی بھی ان کے گرجا گھروں میں قیام نہیں کرے گا اور نہ وہ گرائے جائیں گے۔ نہ ان کے گرجا گھروں کے احاطوں میں کچھ کمی کی جائے گی اور نہ ان کی صلیب کو نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے اموال کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ اور ان سے دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں کیا جائے گا اور ان میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اور ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی بھی یہودی نہیں رہ سکے گا اور اہل اِیلیا پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسرے شہروں کے باشندوں کی طرح جزیہ دیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ رومیوں اور فسادیوں کو ایلیا میں سے نکال دیں۔ پس جو اُن میں سے نکلے گا تو اس کے جان و مال کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام تک پہنچ جائے۔ اور جو شخص ان میں سے ایلیا میں رہنا چاہے تو وہ امن میں ہے اور اس کو اہلِ ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہوگا اور اہلِ ایلیا میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر رومیوں کی طرف جانا چاہے اور وہ اپنی عبادت گاہوں اور صلیبوں کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ان کی جانیں اور ان کی عبادت گاہیں، ان کی صلیبیں امان میں ہیں۔ (چھوڑ بھی جاؤ گے تو کچھ نہیں کیا جائے گا) یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام تک پہنچ جائیں اور ایلیا میں جنگ سے پہلے جو کاشتکار تھے اگر ان میں سے کوئی چاہے کہ وہ اپنی زمینوں پر بیٹھے رہیں تو ان پر بھی اہلِ ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہوگا اور جو رومیوں کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے اور جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنا چاہتا ہے تو وہ لوٹ آئے، ان سے کچھ جزیہ نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ ان کی فصلوں کی کٹائی ہو جائے۔ (یعنی کہ آمد پیدا ہو جائے گی تب ان سے جزیہ ہوگا) اور جو کچھ اس معاہدے میں ہے اس پر اللہ کا عہد ہے اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہے اور خلفاء کا ذمہ ہے اور مومنین کا ذمہ ہے جب تک کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں جو ان کے ذمہ ہے۔

اس معاہدے پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عَمرو بن عاصؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ کی گواہی ثبت تھی۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 449 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2012ء)

تاریخ ابنِ خلدون میں لکھا ہے کہ اس معاہدے سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں؛ نمبر ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا؛ دو یہ کہ ان کے عہدِ حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کو بہت بڑی مذہبی آزادی حاصل تھی؛ تین یہ کہ غیر قوموں سے زبردستی جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار حاصل تھا اور دونوں صورتوں میں ان کو امن دیا گیا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون جلد 3 حصہ اول صفحہ 208، دار الاشاعت کراچی 2009ء)

اس صلح کی خبر جب اہل رَمْلَہ کو ملی تو وہ بھی امیر المومنین سے اسی قسم کا معاہدہ کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ یہی حال فلسطین کے دوسرے لوگوں کا تھا۔ لُدّ والوں کو حضرت عمرؓ کی طرف سے ایک مکتوب لکھا گیا جس کے دائرۂ نفاذ میں وہ شہر بھی شامل کر لیے گئے جنہوں نے اس کے بعد مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس خط میں حضرت عمرؓ نے لُدّ کے باشندوں کے جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور تمام مذاہب کو امان دی اور کہا کہ اگر وہ شام کے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں گے تو ان کے مذہب پر جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ اختلافی عقائد کی بنا پر کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر امیر المومنین نے فلسطین پر دو حاکم مقرر فرمائے اور ملک کا آدھا آدھا حصہ ان دونوں میں بانٹ دیا۔ چنانچہ عَلْقَمَہ بن حکیم کا مرکز حکومت رَمْلَہ قرار پایا اور عَلْقَمَہ بن مُجَزِّز کا ایلیا۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 373 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں تشریف لائے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے ایلیا والوں کو پناہ اور امان دی اور ایلیا میں لشکر کو ٹھہرا دیا تو آپؓ جابیہ سے بیت المقدس کی جانب چل پڑے۔ لکھا ہے کہ جب آپؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؓ نے محسوس کیا کہ آپ کا گھوڑا پاؤں میں درد کی وجہ سے سیدھا نہیں چل رہا۔ حضرت عمرؓ کے لیے ایک ترکی نسل کا گھوڑا لایا گیا۔ آپؓ اس پر سوار ہوئے تو وہ اَڑی کرنے لگا۔ آپؓ اس سے اتر آئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے چند روز بعد اپنا گھوڑا طلب کیا جس پر آپؓ نے سواری ترک کی ہوئی تھی۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ پھر آپؓ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

(سورۃ الجن: 19)

ترجمہ: یقیناً مسجدیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو

طالب دُعا: نورالہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (سورۃ البقرہ: 223)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم سید محمد ابراہیم ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 809 دار الاشاعت 2003ء)

بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ اور سردارانِ فوج استقبال کے لیے آئے۔ حضرت عمرؓ کا لباس اور سامان بالکل سادہ تھا۔ مسلمانوں نے یہ سوچ کر کہ عیسائی کیا کہیں گے آپؓ کو قیمتی پوشاک دی لیکن آپؓ نے فرمایا خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی کافی ہے۔

عیسائی پادریوں نے خود شہر کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کیں۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ مسجد اقصیٰ گئے۔ پھر عیسائیوں کے گرجا میں آئے اور اس کو دیکھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی۔ نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی لیکن حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبدوں میں دست اندازی نہ کریں باہر نکل کر نماز پڑھی۔

ایلیا میں قیام کے دوران مسلمان لشکر کے امراء نے حضرت عمرؓ کی دعوتیں کرنا شروع کر دیں۔ وہ کھانا تیار کرتے اور حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے کہ ان کے خیمہ میں تشریف لائیں تو حضرت عمرؓ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کی دعوت کو قبول فرماتے تاہم حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی ضیافت نہیں کی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا کہ تمہارے سوا لشکر کے امراء میں سے کوئی ایسا امیر نہیں جس نے میری دعوت نہ کی ہو۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! مَیں ڈرتا ہوں کہ اگر مَیں نے آپ کی دعوت کی تو آپؓ اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے یعنی جذباتی ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ اس کے بعد ان کے خیمہ میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے حضرت ابوعبیدہؓ کے گھوڑے کے نمدے کے اور وہی ان کا بستر تھا اور ان کی زین تھی اور وہی ان کا تکیہ تھا۔ زین کو تکیہ بنا لیتے تھے اور جو نمدہ تھا زین کے نیچے رکھنے والا اس کو وہ بستر بنا لیتے تھے اور ان کے خیمے کے ایک کونے میں خشک روٹی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ اسے لائے اور اسے زمین پر حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر وہ نمک اور مٹی کا پیالہ لائے جس میں پانی تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھا تو آپؓ رو پڑے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا تم میرے بھائی ہو۔

اور میرے ساتھیوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں مگر اس نے دنیا سے کچھ حاصل کیا اور دنیا نے بھی اس سے کچھ حاصل کیا ہو سوائے تمہارے۔ اس پر ابوعبیدہؓ نے عرض کیا کہ کیا میں نے آپؓ کی خدمت میں پہلے عرض نہیں کر دیا تھا کہ آپؓ میرے ہاں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے۔

اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ باہر نکل کے لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جس کا وہ حق دار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔ اے اہلِ اسلام! یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے اور اس نے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں ان ممالک کا وارث بنا دیا ہے اور تمہیں زمین میں تمکنت عطا فرمائی ہے۔ پس تمہیں اپنے رب کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہئے۔ تم لوگ نافرمانی والے کاموں سے دور رہو کیونکہ نافرمانی والے کام نعمتوں کی ناشکری ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اللہ کسی قوم پر انعام کرے اور وہ ناشکری کریں۔ پھر وہ جلد توبہ نہ کریں مگر ضرور ان کی عزت سلب کر لی جاتی ہے۔ یعنی اگر ناشکری کرنے کے بعد توبہ نہیں کرتے تو پھر ان کی عزتیں سلب ہو جاتی ہیں، ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کے انعامات واپس ہو جاتے ہیں اور ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایلیا میں اکثر افسرانِ فوج اور عُمّال جمع ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرؓ نے کئی دن تک قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔

ایک دن حضرت بلالؓ نے آ کر شکایت کی کہ اے امیر المومنین! ہمارے افسر پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹیاں کھاتے ہیں لیکن عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے افسران سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ تمام چیزیں یہاں بہت سستی ہیں۔ جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اسی قیمت پر پرندے کا گوشت اور میدہ ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے افسران کو بھی مجبور نہیں کیا کہ تم نے یہ نہیں کھانا مگر اس بات کا حکم دے دیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کا کھانا بھی مقرر کر دیا جائے۔ تنخواہ کے علاوہ ان کو کھانا بھی دیا جائے جو سپاہی ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ایک جگہ یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کہنے لگے کہ ہمارے شہروں کا نرخ سستا ہے۔ اسی قیمت میں جس میں ہم لوگ ایک مدت تک گزارہ کر سکتے ہیں یہ چیزیں جیسے حضرت بلالؓ بیان کر رہے ہیں مل جاتی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو خوب مزے سے پیٹ بھر کر کھاؤ۔ میں اس وقت تک یہاں سے واپس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ تم میرے سامنے چیزوں کی اور قیمتوں کی فہرست پیش نہ کر دو۔ میں شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والے کمزور مسلمانوں کے لیے بجٹ لکھ کر دیتا ہوں۔ پھر جس مسلمان کو جتنی ضرورت ہو گی اس بجٹ میں سے ہر گھر کے لیے گندم اور جَو اور شہد اور زیتون وغیرہ ادا کر دیا کرو۔ پھر آپؓ نے ان کمزور اور کم سرمایہ دار مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تمہارے لیے جو فہرست تیار کی ہے تمہارے سردار تمہیں یہ سب کچھ دیا کریں گے اور یہ سب کچھ اس کے علاوہ ہو گا جو میں بیت المال سے تمہارے لیے بھیجا کروں گا۔ اگر کوئی سردار تمہیں یہ چیزیں نہ دے تو مجھے اطلاع دینا۔ پھر میں فوراً ہی اسے معزول کر دوں گا۔ ایلیا میں قیام کے دوران ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اصرار کیا کہ وہ حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیں۔

حضرت بلالؓ نے کہا میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا لیکن آپؓ کا ارشاد بجالاؤں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے جب اذان دی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ گیا اور ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ وہ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ بھی اتنے بیتاب ہوئے کہ ہچکی بندھ گئی اور دیر تک اس کا اثر رہا۔ بیت المقدس سے واپسی کے وقت حضرت عمرؓ نے تمام ملک کا دورہ کیا اور سرحدوں کا معائنہ کر کے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 125-126 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء) (فتوح الشام مترجم جلد دوم صفحہ 224 مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور، ستمبر 2008ء) (خلفائے راشدین صفحہ 126-127 مکتبہ رحمانیہ لاہور) (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والثلاثۃ الخلفاء، جلد 2 جزء اول صفحہ 295-296 عالم الکتب بیروت 1997ء)

’’بیت المقدس تشریف لانے سے حضرت عمرؓ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ چنانچہ جس رستے سے آپؓ تشریف لائے تھے اسی رستے سے مدینہ واپس ہو گئے۔ جابیہ پہنچ کر فاروق اعظمؓ’’ حضرت عمرؓ‘‘ نے کچھ دن قیام فرمایا اور اس کے بعد اپنے گھوڑے پر روانہ ہو گئے۔ امیر المومنینؓ نے فلسطین میں جو کام کیے تھے ان کی اطلاع حضرت علیؓ اور دوسرے مسلمانوں کو مل چکی تھی۔ چنانچہ مدینے کے باہر انہوں نے آپؓ کا شاندار استقبال کیا۔‘‘

(حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 382 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور منبر کے پاس دو رکعت نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپؓ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یقیناً اللہ نے اس امت پر احسانات کیے ہیں تاکہ وہ لوگ اس کی حمد بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ نے اس امت کے پیغام کو عزت دی اور ان کو متحد کر دیا اور ان کی فتح ظاہر کی اور دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی اور اسے عزت بخشی اور اسے زمین میں تمکنت عطا فرمائی اور اسے مشرکین کے علاقوں اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا۔ پس ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو وہ تمہیں اَور زیادہ عطا کرے گا اور ان نعمتوں پر اللہ کی حمد بیان کرو جو اس نے تم پر نازل کی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان نعمتوں کو تم پر قائم رکھے گا۔ اللہ ہمیں اور تمہیں شکر گزاروں میں سے بنا دے۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اتر گئے۔ (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والثلاثۃ الخلفاء، جلد 2 جزء اول صفحہ 305-306 عالم الکتب بیروت 1997ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں نے کہا تمہارا خلیفہ آوے تو اسے ہم دخل دے دیں‘‘ دخل دے دیں گے ’’حضرت عمرؓ اسی سادگی میں روانہ ہوئے۔ غلام کے ساتھ باری باری اونٹ پر چڑھتے آتے تھے۔ ابوعبیدہؓ نے عرض کیا آپ کپڑے بدل لیں۔ گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپؓ نے یہ عرض مان لی مگر تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے اتر بیٹھے۔ کہا میرا وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ آپ جب گئے تو بطریق وغیرہ نے رعب میں آ کر چابیاں پھینک دیں۔ کہا اس سپہ سالار کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 174) اپنے رنگ میں حضرت خلیفہ اولؓ نے بیان کیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’یروشلم میں ایک مسجد ہے وہ مقام یہودیوں کیلئے ایسا ہی متبرک ہے جیسا ہمارے لئے خانہ کعبہ۔ مسلمانوں کے زمانہ میں جب یروشلم فتح ہوا تو عیسائیوں نے چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقام کے اندر آ کر نماز پڑھیں مگر آپؓ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اندر نماز پڑھی تو مسلمان اس جگہ کو اپنی عبادت گاہ بنا لیں گے اور آپؓ نے باہر نماز پڑھی۔‘‘

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 437 خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جولائی 1928ء بمقام ڈلہوزی)

پھر حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فلسطین فتح ہوا اور جس وقت آپ یروشلم گئے تو یروشلم کے پادریوں نے باہر نکل کر شہر کی کنجیاں آپ کے حوالے کیں اور کہا کہ آپ اب ہمارے بادشاہ ہیں۔ آپ مسجد میں آ کر دو نفل پڑھ لیں تاکہ آپ کو تسلی ہو جائے کہ آپ نے ہماری مقدس جگہ میں جو آپ کی بھی مقدس جگہ ہے نماز پڑھ لی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری مسجد میں اس لئے نماز نہیں پڑھتا کہ میں ان کا خلیفہ ہوں، کل کو یہ مسلمان اِس مسجد کو چھین لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ہماری مقدس جگہ ہے اس لئے میں باہر ہی نماز پڑھوں گا تاکہ تمہاری مسجد نہ چھینی جائے۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 573)

بہر حال سترہ ہجری میں رومیوں کی طرف سے ایک آخری کوشش ہوئی اور اس کوشش کی وجہ سے ہی مسلمانوں کی شام پر مکمل فتح بھی ہوئی۔ اسلامی فتوحات چونکہ روز بروز وسیع تر ہوتی جاتی تھیں اور حکومتِ اسلام کے حدود برابر بڑھتے جاتے تھے، ہمسایہ سلطنتوں کو خود بخود خوف پیدا ہوا کہ ایک دن ہماری باری بھی آتی ہے۔ چنانچہ اہلِ جزیرہ جو عراق اور شام کے درمیان آباد تھے یزدجرد کے رَے فرار ہو جانے کے بعد وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے ہِرَقل کو لکھا کہ اگر وہ مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں ان کے مقبوضات سے نکال باہر کرنے کیلئے بحری راستے سے لشکر بھیجے تو وہ اس کی مدد کریں گے۔ ہِرَقل نے اس مسئلہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس میں نقصان کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اہلِ جزیرہ نے ہِرَقل کو دوبارہ خط لکھا جس سے وہ سمجھ گیا کہ ان کے ارادے میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اس نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر عیسائی عرب اپنے مذہب کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب تجھے چھینک آئے تو تُو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ

اور جب چھینک مارنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو، تُو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے

(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم رات کی عبادت (تہجد) کو لازم پکڑو

تم سے پہلے نیک لوگوں کا یہی دستور تھا

(ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 3472)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

اوراس کی راہ میں لڑ کے مرجانا بہتر سمجھتے ہیں۔ ہِرَقل کو شام کے میدانِ کارزار سے دور ہوئے ایک برس سے زیادہ ہو گیا تھا اس لیے اب اسکے دل میں وہ پہلا سا خوف بھی باقی نہیں رہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ بہت سے سرحدی علاقے ابھی اتنے مستحکم ہیں کہ مسلمانوں کے حملوں کی تاب لا سکتے ہیں، مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کا جنگی بیڑہ بھی ہنوز محفوظ تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمان سمندر اور سمندر کی طرف سے آنے والی ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔ اس سے اسکے ارادے میں قوت پیدا ہوئی اور وہ اہل جزیرہ کا مطالبہ تسلیم کر لینے پر مائل ہو گیا۔ اس نے اپنے خط میں ان قبائل کو جوش دلایا۔ ان کی ہمتیں بڑھائیں اور لکھا کہ جہازوں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ وہ فوج اور سامان جنگ لے کر اسکندریہ سے انطاکیہ پہنچ رہے ہیں۔ ہِرَقل کا خط ملنے پر یہ قبائل اپنی تیس ہزار کی فوج لے کر جزیرہ سے حِمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو ان تمام باتوں کی اطلاع ملی۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید کو مشورے کیلئے قِنَّسرِین سے بلایا اور ان دونوں سپہ سالاروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تمام اسلامی فوجیں شمالی شام میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ اَنطاکیہ اور حَمَاۃ، حَلَب اور قریب کی تمام فوجی چھاؤنیوں کے لشکر حِمص میں اکٹھے کر دیے گئے۔ ادھر سارے ملک میں یہ خبر پھیل گئی کہ ہِرَقل کی فوجیں بحری رستے سے آ رہی ہیں اور جزیرہ کے قبائل حملے کے لیے حِمص کی طرف روانہ ہو گئے ہیں چنانچہ گردنیں بڑھا بڑھا کر لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ قیصر اور اس کے حلیفوں کا یہ نیا حملہ کس چیز سے روکا جائے گا اور جب ہِرَقل کے جہاز اَنطاکیہ پہنچے تو شہر کے دروازے فوج کے لیے کھل گئے۔ رعایا مسلمانوں کے خلاف ہو گئی اور تمام شمالی شام میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے آپ کو حِمص میں محصور پایا جسے باغیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور دشمنوں کو سمندر اور صحرا دونوں طرف سے اپنی سمت بڑھتے دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے امیر المومنینؓ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا ہے جس میں اس نازک مرحلے پر ان سے مدد طلب کی ہے۔ اس کے بعد ان سے پوچھا کہ مسلمان دشمنوں سے باہر نکل کر مقابلہ کریں یا مدینہ سے آنے والی کمک کے انتظار میں قلعہ بند ہو کر لڑیں۔ صرف خالد بن ولیدؓ نے میدان سے نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا باقی تمام فوجی افسران کی یہ رائے تھی کہ قلعہ بند ہو کر جلد سے جلد کمک طلب کرنی چاہیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان لوگوں کی رائے قبول کر لی جنہوں نے قلعہ بند ہونے کا کہا تھا اور حضرت خالدؓ کے مشورے سے اختلاف کیا کہ باہر نکل کے لڑا جائے۔ چنانچہ مورچوں کو اور مضبوط کر کے بارگاہِ خلافت میں اپنے ساتھیوں کی رائے لکھ بھیجی۔

حضرت عمرؓ اس بات کو کبھی فراموش نہ ہونے دیتے تھے کہ عراق اور شام کے اسلامی لشکروں کو اگر کبھی اس قسم کا خطرہ درپیش آ گیا تو اسلامی فتوحات اسی ابتلا سے دوچار ہو جائیں گی جن کا سامنا ہو رہا تھا اور جس سے وہ اپنی خلافت کے دن سے دوچار تھے یعنی شروع دن کی جو حالت تھی وہ اب بھی ہو سکتی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے بصرہ اور کوفہ آباد کرنے کا حکم دیا تھا اور اسی لیے ان دونوں شہروں کو مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیاں بنایا تھا کہ جہاں کوئی غیر مسلم آباد نہیں تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے سات شہروں میں سے ہر شہر میں چار ہزار سوار مقرر کیے تھے جو ہر وقت اس قسم کی ہنگامی ضروریات کے لیے کیل کانٹے سے لیس رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہؓ کا خط بارگاہ خلافت میں پہنچا اور حضرت عمرؓ نے محسوس کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کا یہ عظیم سپہ سالار ایک بہت بڑے خطرے میں گھر گیا ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاص کو فوری حکم دے کر روانہ کیا کہ جس دن تمہارے پاس خط پہنچے اسی دن قَعْقَاع بن عَمرو کو امدادی فوج کے ساتھ حِمص بھیج دو، ابوعبیدہؓ وہاں محصور ہیں۔ جتنی جلدی اور جتنی تیزی سے ممکن ہو کمک انہیں پہنچ جانی چاہیے۔ حضرت سعدؓ نے اسی دن امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی اور قَعْقَاع کی سرکردگی میں چار ہزار تجربہ کار سواروں کی فوج فراہم ہو کر کوفہ سے حِمص کی طرف چل پڑی۔ معاملہ اتنا خطرناک تھا کہ محض چار ہزار فوج لے کر قَعْقَاع کا اس کے مقابلے کیلئے چلے جانا کافی نہ تھا کیونکہ جزیرے سے حِمص آنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ فوج اس کے علاوہ تھی جو ہِرَقل نے بحری جہازوں کے ذریعہ اَنطاکیہ بھیجی تھی۔

حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ ان کے آدمی شام کے ہر شہر میں وہاں کے باشندوں سے نمٹ رہے ہیں۔ اگر وہ ان شہروں کو چھوڑ کر حِمص چلے گئے تو سارے شام کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے قَعْقَاع کو کوفہ سے روانگی کا حکم دینے کے بعد اَور بھی احکام صادر کیے جو ان کے تدبر اور دور اندیشی کے آئینہ دار تھے۔ جزیرے سے حِمص آنے والے قبائل نے یہ جرأت اس لیے کی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ان کی بستیاں اسلامی حملوں کی زد سے باہر ہیں۔ پس اگر ان بستیوں پر حملہ کر دیا جائے تو یہ قبائل الٹے پاؤں واپس ہو جائیں گے اور ابوعبیدہؓ اور ان کی فوجوں پر جو دباؤ بڑھ رہا تھا اس میں تخفیف ہو جائے گی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے خط میں لکھا کہ سُہیل بن عدی کی سرکردگی میں ایک فوج جزیرہ کے شہر رَقّہ میں بھیج دو۔ جزیرہ کے لوگوں نے ہی رومیوں کو حِمص پر حملہ کے لیے ابھارا ہے اور ان سے پہلے قَرْقِیسِیَا کے باشندے یہی حرکت کر چکے ہیں۔ دوسری فوج عبداللہ بن عِتْبان کی سرکردگی میں نَصِیبِین پر چڑھائی کے لیے روانہ کر دو۔ یہاں کے باشندوں کو بھی اہل قَرْقِیسِیَا نے حملہ کے لیے اکسایا تھا۔ پھر حَرّان جو جزیرے کا پایہ تخت تھا اور رُہَاء جا کر وہاں سے دشمن کو نکال دیں۔ حَرّان اور رُہَاء جا کر وہاں سے دشمن کو نکال دیں۔ ایک تیسری فوج ولید بن عُقْبہ کی کمان میں جزیرہ کے عیسائی عرب قبائل رَبِیعہ اور تَنُوخ کی جانب روانہ کرو اور عِیَاض بن غَنْم کو اسی جزیرہ کے محاذ پر بھیجو۔ اگر جنگ ہو تو دوسرے سالارانِ فوج عِیَاض بن غَنْم کے ماتحت ہوں گے۔

چنانچہ جب یہ سب کے سب سپہ سالار روانہ ہوئے تو اہلِ جزیرہ حِمص کا محاصرہ چھوڑ کر جزیرے کو چل دیے۔ حضرت عمرؓ کی یہ پالیسی، سٹریٹجی تھی، حکمت عملی تھی کہ بجائے وہاں اکٹھے ہوں کچھ فوجیں جن علاقوں سے یہ فوجیں اکٹھی ہوئی تھیں ان شہروں اور علاقوں میں بھیج دو جس کا نتیجہ یہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان تو ہمارے علاقوں میں اور جزیروں میں اور شہروں میں آ رہے ہیں تو یہ لوگ پھر محاصرہ چھوڑ کے وہاں سے چلے گئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پھر اسی پہ اکتفا نہیں کیا۔ انہوں نے اندازہ فرما لیا تھا کہ بار بار شکستیں کھانے کے بعد ہِرَقل نے یہ جو بحری راستے سے فوجیں بھیجی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اپنی قوت پر اعتماد ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں تنہا مسلمانوں کے مقابلہ کی قدرت ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اسکندریہ سے جہازوں پر آنے والی فوجوں کا کمانڈر اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کو بنایا ہے۔

حضرت عمرؓ کی پلاننگ کے مطابق قَعْقَاع بن عَمرو اپنے ساتھ چار ہزار شہسواروں کو لے کر حِمص روانہ ہوئے۔ سُہَیل بن عدی، عبداللہ بن عِتْبان، ولید بن عُقْبہ اور عِیَاض بن غَنْم اہل جزیرہ کی گوشمالی کے لیے ان کے مختلف شہروں میں چلے گئے اور حضرت عمرؓ نے حِمص کے ارادے سے مدینہ چھوڑا اور جابیہ میں فروکش ہوئے۔ اہل جزیرہ نے حِمص کا محاصرہ کرنے میں رومیوں کا ساتھ دیا۔ انہیں عراق سے اسلامی فوج کی آمد کی اطلاع ہو گئی لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ فوج ہمارے شہر جزیرہ پر حملہ کرے گی یا حِمص پر اس لیے وہ اپنے شہر اور اپنے بھائیوں کی حفاظت میں لگ گئے اور رومیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

ایک دن حضرت ابوعبیدہؓ جب سو کر اٹھے تو معلوم ہوا کہ جزیرے کے قبائل اپنے ملک واپس چلے گئے ہیں اور ان کے مقابلے پر صرف ہِرَقل کا لشکر رہ گیا ہے۔ انہوں نے اپنی فوج سے سرداروں کو بلا کر کہا کہ وہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے میدان میں نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اس سے پہلے کہ رومی اس نئی صورت حال کا کوئی انتظام کریں ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا اور فرمایا مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا وہ اگر زندہ بچا تو ملک و مال اس کو ملے گا اور اگر مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ مشرک نہ ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ فوج پہلے ہی سے حملے کرنے کے لیے بے قرار تھی۔ ابوعبیدہؓ کی تقریر نے اَور بھی گرما دیا اور دفعۃً سب نے ہتھیار سنبھال لیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ قلب فوج اور حضرت خالد بن ولیدؓ میمنہ اور حضرت عباسؓ میسرہ کو لے کر بڑھے۔ دونوں گروہوں میں جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے مقابلے میں تھوڑی ہی دیر میں رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا گئے۔ جب قَعْقَاع بن عَمرو کوفہ کی فوج کے ساتھ حِمص پہنچے تو لڑائی ختم ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ دوسری طرف حضرت عمرؓ شام کے رستے میں جابیہ پہنچے ہی تھے کہ حضرت ابوعبیدہؓ کا قاصد ملا اور اس نے بیان کیا کہ قَعْقَاع کے حِمص پہنچنے سے تین دن پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رومیوں پر فتح یاب کر دیا ہے اور رائے معلوم کی کہ قَعْقَاع اور اس کی فوج کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ مطمئن ہو گئے اور اس خبر کے بعد سفر جاری رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ وہیں سے حضرت امین الامت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ اہلِ کوفہ کو مال غنیمت کی تقسیم میں شریک کیا جائے کیونکہ ان کی آمد کی خبر ہی نے دشمن کے دل پر رعب طاری کیا تھا جس کی وجہ سے اس نے شکست کھائی۔ اللہ کوفہ والوں کو جزائے خیر دے کہ اپنے علاقے کی حفاظت اور دوسرے شہر والوں کی اعانت کرتے ہیں اور اس کے بعد مدینہ کی طرف کوچ فرما دیا۔ اس شکست کے بعد قیصر پر اتنی مایوسی چھا گئی کہ وہ پھر کبھی شام کا رخ نہ کر سکا۔ ادھر باغیوں کو جب معلوم ہوا کہ رومی فوجیں جہازوں میں بیٹھ کر فرار ہو گئی ہیں تو ان کی بغاوت بھی اپنی موت آپ مر گئی۔ یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس کے تین سال بعد ہِرَقل 20/ ہجری کو 641 عیسوی میں فوت ہو گیا۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از ہیکل۔ مترجم حبیب اشعر صفحہ 384 تا 390، 590 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور) (سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 750 تا 752 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان) (الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 134 تا 136 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

بہرحال یہ ذکر ابھی آئندہ بھی چلے گا۔ ان شاء اللہ۔

اس وقت میں چند مرحومین کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں پہلا ذکر مکرم چودھری سعید احمد لکھن صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر کا ہے جو آج کل کینیڈا میں تھے۔ 86 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری سکندر علی صاحبؓ اور حضرت گجر بی بی صاحبہؓ کے پوتے تھے۔ حضرت چودھری سکندر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30 مارچ 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور 1904ء سے 1928ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیمی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ ان ابتدائی اساتذہ میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں استاد مقرر فرمایا تھا۔ چودھری سعید صاحب ان کے پوتے تھے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دینی خدمات انجام دیتے رہے جب موقع ملا۔ چودھری سعید صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ جماعت کی خوبصورتی اسی میں ہے کہ اس میں آپس میں بھی نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اظہار پایا جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ فروری 2012ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دار الرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

آپس کے تعلقات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے اس طرح بنایا جائے کہ ہر دیکھنے والا کہے کہ یہ آپس کی محبت اور بھائی چارہ اس جماعت کا ایک خاص وصف اور خاصہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ فروری 2012ء)

طالب دعا: محمد پرویز حسین اینڈ فیملی (گوروپالی۔ ساؤتھ) شانتی نکیتن (جماعت احمدیہ بیر بھوم، بنگال)

مریض کوشفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے، اس لئے جب مریض کو دیکھیں تو دعا کر کے دیکھیں، جب نسخہ لکھیں تو نسخے کے اوپر ھوالشافی لکھیں اور پھر جب مریض کو دیکھ لو تو رات کو جو نمازیں پڑھو تو نماز میں ان مریضوں کیلئے دعا کرو جن کو دیکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے

احمدی ڈاکٹروں کو حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زرّیں نصائح

جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کے واقفین نو کی سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ورچوئل ملاقات

جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کے 136 واقفین نَو کو حضور انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ مورخہ 30 جنوری 2021ء بروز ہفتہ شام ساڑھے چھ بجے سے سوا سات تک آن لائن ملاقات کرنے کی سعادت ملی۔ یہ ملاقات جماعت احمدیہ بنگلہ دیش کی مرکزی مسجد میں ہوئی۔

پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تمام واقفین نو کو السلام علیکم کی شفقت اور محبت بھری دعا دی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ ڈاکٹر اطہر احمد سوہاگ نے سورۃ آل عمران کی آیات 36 تا 37 کی تلاوت کی اور ان کا بنگلہ ترجمہ پیش کیا۔ عزیزم جی ایم عرفان رحمان نے نظم پیش کی، عزیزم منادی الشفاعت نے حدیث اور عزیزم احسان العرفان بن عبدالوہاب نے ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اقتباس پیش کیا۔ اس ملاقات کے دوران متعدد واقفین نو کو اپنے پیارے آقا سے سوالات کرنے اور ان کے بصیرت افروز جوابات حاصل کرنے کا موقع ملا۔

☆ایک واقفِ نَو عزیزم سنوار علی عرفان نے تقدیرِ خیر و شر کے متعلق سوال پیش کیا کہ ہم اس پر یقین کیسے کریں؟ حضور انور نے اسکے جواب میں فرمایا: تقدیر کیا ہے اور خیر و شر سے کیا مراد ہے؟ اچھائی اور برائی۔ تو پھر جب یقین ہو جائے کہ جو میں اچھا کروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کا اچھا اجر دے گا۔ جب میں برا کروں گا تو اس کی مجھے سزا دے گا۔ اس بات پہ یقین ہو تو انسان اچھائیاں کرتا ہے برائیاں نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار حکم آئے ان پر چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ اگر تمہیں یہ یقین ہو جائے گا تو تم برائیوں سے بچو گے اور نیکیاں کرو گے۔ تو جب اگلے جہان میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ سکو اور یہ ایسی چیز ہے جو ہونے والی ہے۔ انسان برائیاں کرے گا تو اسے سزا ملے گی، اچھائیاں کرے گا تو اسے اجر ملے گا اس بات پر یقین ہونا چاہیے۔ اور جب یہ یقین ہو تو انسان پھر نیکیاں کرتا ہے اور برائیوں سے بچتا ہے اور قرآن کریم کا جو حکم ہے ان پہ عمل کرتا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے۔

☆ایک اَور واقفِ نَو عزیزم نور الدین احمد نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں قرآن کیوں پڑھنا چاہئے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کورونا وائرس کیوں دیا؟ حضور انور نے اس کے جواب میں فرمایا: تم کس کلاس میں پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ تیسری کلاس میں۔ حضور نے فرمایا: تم سکول میں کیوں پڑھتے ہو؟ اس لیے کہ تم پڑھتے جاؤ اور اچھی تعلیم حاصل کرو اور کچھ بن سکو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم ہمیں ایک مکمل شریعت کے طور پر دیا تا کہ ہم روزانہ اسے پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور اس کی اچھائیوں کو اختیار کریں اور اس میں مذکور برائیوں سے رکیں۔ اسکے علاوہ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اسکو پڑھنے کا اللہ تعالیٰ ثواب بھی دیتا ہے، اجر دیتا ہے۔ جب انسان اللہ میاں کے پاس جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کھاتے میں تمہاری ساری نیکیاں لکھی ہوتی ہیں۔

کورونا وائرس کیوں دیا؟ دنیا میں کئی بیماریاں آتی ہیں، کبھی ٹائیفائیڈ کی بیماری، کبھی فلو ہو جاتا ہے کبھی کوئی اَور بیماری ہو جاتی ہے۔ تو یہ جو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ ایسی بیماریاں جو pandemic ہو جاتی ہیں، جو دنیا میں ہر جگہ پھیل جاتی ہیں اس لیے بھیج دیتا ہے تا کہ انسانوں کو یاد رہے کہ خدا تعالیٰ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں اور اچھے کام کریں۔ تو اللہ تعالیٰ انسانوں کو سمجھانے کیلئے بھی، تھوڑا سا سبق دینے کیلئے کہ اچھے کام کرو بعض دفعہ تھوڑی تھوڑی سزا دیتا ہے۔ یہ دنیا میں سزا مل جاتی ہے۔ جیسے تمہارے استاد بعض دفعہ تمہیں سزا دیتے ہیں۔ تو اگر ہم اچھے کام کریں گے تو یہ کورونا وائرس ختم ہو جائے گا، اگر ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے اور اس سے معافی مانگیں گے تو ان شاء اللہ یہ ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیں پھر صحت مند زندگی عطا فرمائے گا۔ لیکن اگر ہم نے اللہ کی بات نہ مانی ہوگی تو پھر یہ قدرتی process ہے یہ چلے گا اور دیکھیں اللہ تعالیٰ کب تک اس بیماری کو جاری رکھے۔

☆ایک واقفِ نَو ڈاکٹر محمود احمد نے حضور انور کی خدمت میں عرض کیا کہ پیارے حضور حال ہی میں میری تقرری بطور ڈاکٹر لائبیریا میں ہوئی ہے اس لیے آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں اور آپ سے رہنمائی و ہدایت کا طلبگار رہوں۔ حضور انور نے فرمایا: خاص ہدایت یہ ہے کہ وہاں جا کے خدمت کے جذبہ سے افریقی لوگوں کی خدمت کریں، افریقی قوم ایسی ہے کہ اگر صحیح طور پر ان کی خدمت کریں ان سے اچھا سلوک کریں تو وہ آپ لوگوں کے شکر گزار بھی ہوتے ہیں اور اس سے ان کو خوشی بھی ہوتی ہے کہ جماعت ہماری خدمت کر رہی ہے اور اگر اپنا نمونہ اچھا نہیں دکھائیں گے تو ایک وقف ڈاکٹر کی بجائے آپ جماعت کو بدنام کرنے والے ہوں گے۔ اس لیے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ وہاں اللہ کی خاطر خدمت خلق کے جذبہ سے جا رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو بھی راضی کرنا ہے اور لوگوں کی بھی خدمت کرنی ہے اور یہ جذبہ ہمیشہ قائم رکھنا ہے۔

☆ہمارے ایک اَور واقف نو ڈاکٹر اطہر احمد سوہاگ نے پیارے حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی اور ہدایت طلب کی کہ میں وقف کر کے اب احمد نگر میں جماعت کے ہسپتال میں کام شروع کرنے والا ہوں۔ حضور انور نے فرمایا: محنت سے کام کریں اور دعا کریں۔ پہلے ڈاکٹر کو میں نے نہیں کہا تھا اس کے لیے بھی یہی ہدایت ہے ان کو بھی یہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں کہ مریض کو شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ جب مریض کو دیکھیں تو دعا کر کے دیکھیں۔ جب نسخہ لکھیں تو نسخے کے اوپر ھوالشافی لکھیں۔ ایک دفعہ مَیں نے خطبہ میں بھی اس کا ذکر کیا تھا۔ اور پھر جب مریض کو دیکھ لو تو رات کو جو نمازیں پڑھو تو نماز میں ان مریضوں کیلئے دعا کرو جن کو دیکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے اور ہاتھ میں شفا رکھے اور برکت ڈالے۔ اور ہر مریض سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ خوش اخلاقی سے پیش آؤ گے تو مریض کی آدھی بیماری ڈاکٹر کی باتوں سے ہی دور ہو جاتی ہے اور آدھی بیماری پھر دوائیاں دے کے دور ہوتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ میں شفا رکھے گا۔ زیادہ سے زیادہ مریض آپ کے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کیلئے ان کو شفا عطا کرے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ یہ ملاقات ہر لحاظ سے بابرکت کرے، آمین۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 23/فروری 2021)

علاوہ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں اس نیک تربیت کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے بچوں کی کی، جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے فہیم احمد لکھن کینیا میں مربی سلسلہ ہیں اور وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کے ساتھ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

مرحوم بہت دینی غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں 1953ء میں سمندری شہر کے ہائی سکول میں ہونے والے مجلس احرار کے جلسہ میں دیگر غیر احمدی طلبہ کے ساتھ موجود تھے۔ جب عطاء اللہ شاہ بخاری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بیہودہ الزام لگائے اور آپ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تو سعید صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور اس مولوی کو للکارا اور اس کی تقریر کے دوران ہی اس سے مخاطب ہوئے کہ تم صرف جھوٹ بول رہے ہو اور اسے چپ کروا دیا۔ اس پر مولوی نے کہا اس مرزائی کو پکڑو اور مارو۔ آپ پر شدید تشدد کیا گیا لیکن بہرحال اس دوران جلسہ میں بھگدڑ مچ گئی اور جلسہ منتشر ہو گیا۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو یہ تلقین کرتے تھے کہ احمدیت کے معاملہ میں کبھی کسی سے دبنا یا ڈرنا نہیں ہے۔

دوسرا ذکر مکرم محمد شہاب الدین صاحب نائب نیشنل امیر بنگلہ دیش کا ہے۔ ان کی وفات 12/جولائی کو ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اٹھارہ سال کی عمر میں 1964ء میں ایک خواب کی بنا پر انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ مرحوم موصی تھے۔ سلسلہ کے دیرینہ خادموں میں سے تھے۔ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت کے شیدائی، ایماندار، امانت دار، خاموش طبع اور جماعت اور سلسلہ کے مفاد کو اچھی طرح سمجھنے والے تھے۔ اپنی وفات سے پہلے وصیت کے چندے وغیرہ کا حساب صاف کر کے گئے۔ ان کے بڑے بیٹے شمس الدین احمد معصوم صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ مرحوم کی اولاد میں چار بیٹوں کے علاوہ تین بیٹیاں بھی ہیں۔ مرحوم اپنے چچا کی تبلیغ سے متاثر ہو کر احمدی ہوئے تھے اور اپنے گھر میں شدید مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا اور صبر و استقلال سے 1963ء میں چند ماہ یہ سب مخالفت برداشت کی اور بعد ازاں گھر بار چھوڑ کر پہلے برہمن بڑیا اور پھر ڈھاکہ آ کر بس گئے۔ بعد میں ان کی شادی پرانے احمدی خاندان میں ہوئی۔ ایک خصوصیت ان کی قناعت شعاری تھی۔ تھوڑے پر راضی رہنا اور صبر اور شکر کے ساتھ گزارہ کرنا جانتے تھے۔ ان کی دیانت داری کی وجہ سے غیر احمدی تاجر بھی ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور سب ان کو اس لحاظ سے بہت نیک اور صحیح تجارت کرنے والا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ہے محترم راؤل عبداللہ صاحب کا جو ارجنٹائن کے رہنے والے تھے۔ یہ ارجنٹینین تھے۔ 6/ستمبر کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ وہاں کے مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ارجنٹائن کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ ارجنٹائن کی جماعت بالکل نئی جماعت ہے۔ چند سال پہلے قائم ہوئی ہے۔ جماعت احمدیہ سے ان کا پہلا تعارف 2018ء میں ایک بُک فیئر پہ ہوا تھا۔ جب ان کا جماعت سے رابطہ ہوا تو ان کے غیر از جماعت مسلمان دوستوں نے ان کو جماعت سے متنفر کرنا چاہا لیکن آپ اس کے باوجود باقاعدہ جماعت کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے۔ بہرحال ان دوستوں کے اثر کی وجہ سے ان کے دل میں کچھ شکوک و شبہات بھی تھے جس کو دور کرنے کیلئے یہ جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئے اور اپنے ذاتی خرچ پر یہاں آئے اور یہاں پھر ان کی میرے سے ملاقات بھی ہوئی اور اس ملاقات کے بعد پھر ان کے شکوک و شبہات بھی دور ہو گئے اور مکمل شرح صدر ان کو حاصل ہوا اور انہوں نے بیعت بھی کر لی اور بیعت سے پہلے بھی اصل میں تو یہ احمدی تھے، لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن باقاعدہ بیعت انہوں نے پھر یہاں آ کر کی۔ اپنی فیملی میں واحد مسلمان تھے۔ ان کے دوستوں نے آخر وقت تک انہیں جماعت سے دور کرنے کی کوشش کی لیکن استقامت کے ساتھ احمدیت پر قائم رہے۔ جماعت کے لیے بڑی غیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ اپنوں اور غیروں کے سامنے بڑے فخر سے اپنا تعارف بطور احمدی کے کرواتے تھے۔ جماعتی سرگرمیوں میں بڑے اخلاص اور بھرپور جذبے سے شرکت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے قریبیوں اور عزیزوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد ان کے نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو

بلکہ اس کیلئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے

(ملفوظات، جلد3، صفحہ 292، ایڈیشن 1988ء)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپور، صوبہ تامل ناڈو)

خطبہ جمعہ

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ دُور دراز علاقوں کی سرحدوں کو چھونے لگا

اسلامی سلطنت مشرق میں دریائے جیحون اور دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں افریقہ کے صحراؤں تک اور شمال میں ایشیائے کوچک کے پہاڑوں اور آرمینیا سے لے کر جنوب میں بحر الکاہل اور نوبہ تک ایک عالمی ملک کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

جنگِ فَرَمَا، فتحِ بِلْبِیْس، فتحِ اُمِّ دُنَیْن، معرکہٴ فُسْطَاط، تسخیرِ اسکندریہ، فتحِ بَرْقَہ وطرابلس وغیرہ کا تفصیلی بیان

نیز مستشرقین کی جانب سے حضرت عمرؓ کے حکم پر اسکندریہ کی لائبریری جلانے کے واقعہ کا تفصیلی تجزیہ

یاد رکھیں کہ یہ مصائب اور مشکلات جو ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہونے چاہئیں اور یہی فتوحات کا پھر ذریعہ بنتے ہیں، اگر ان باتوں میں ہم صرف ڈر کے پیچھے پیچھے رہتے رہیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں تو پھر ترقی نہیں ہوسکتی، ہاں جب ترقیات مل جائیں اور مصائب ختم ہوجائیں تب بھی ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے رہنا چاہئے لیکن ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے اور ہمیں اپنی روحانی ترقی اور روحانی بہتری کی طرف توجہ دینی چاہئے

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ یکم اکتوبر 2021ء بمطابق یکم اخاء 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ -
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ - اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ -
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ - صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ -

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر ایک تقریر میں تبلیغ کے بارے میں جب بیان فرما رہے تھے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد جو لڑائیاں ہوئی ہیں ان میں اکثر اوقات مسلمانوں کی قلت ہوتی تھی۔

شام کی لڑائی میں سپاہیوں کی بہت کمی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ دشمن بہت زیادہ تعداد میں ہے۔ اس لئے اَور فوج بھیجنے کا بندوبست فرمادیں۔ حضرت عمرؓ نے جائزہ لیا تو آپؓ کو نئی فوج کا بھرتی کرنا ناممکن معلوم ہوا کیونکہ عرب کے اِردگرد کے قبائل کے نوجوان یا تو مارے گئے تھے یا سب کے سب پہلے ہی فوج میں شامل تھے۔ آپؓ نے مشورہ کے لئے ایک جلسہ کیا اور اس میں مختلف قبائل کے لوگوں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ معاملہ رکھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک قبیلہ ایسا ہے جس میں کچھ آدمی مل سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک افسر کو حکم دیا کہ وہ فوراً اس قبیلہ میں سے نوجوان جمع کریں اور حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ چھ ہزار سپاہی تمہاری مدد کے لئے بھیج رہا ہوں جو چند دنوں تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ تین ہزار آدمی تو فلاں فلاں قبائل میں سے تمہارے پاس پہنچ جائیں گے اور باقی تین ہزار کے برابر عَمرِو بنِ مَعْدِی کَرِب کو بھیج رہا ہوں۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”ہمارے ایک نوجوان کو اگر تین ہزار آدمی کے مقابلہ میں بھیجا جائے تو وہ کہے گا کہ کیسی خلافِ عقل بات ہے۔ کیا خلیفہ کی عقل ماری گئی ہے۔ ایک آدمی کبھی تین ہزار کا مقابلہ کرسکتا ہے! لیکن ان لوگوں کے ایمان کتنے مضبوط تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو حضرت عمرؓ کا خط ملا تو انہوں نے خط پڑھ کر اپنے سپاہیوں سے کہا خوش ہوجاؤ کل عَمرِو بنِ مَعْدِی کَرِب تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ سپاہیوں نے اگلے دن بڑے جوش کے ساتھ عَمرِو بنِ مَعْدِی کَرِب کا استقبال کیا اور نعرے لگائے۔ دشمن سمجھا کہ شاید مسلمانوں کی مدد کے لئے لاکھ دو لاکھ فوج آرہی ہے اس لئے وہ اِس قدر خوش ہیں حالانکہ وہ اکیلے عَمرِو بنِ مَعْدِی کَرِب تھے۔ اس کے بعد وہ تین ہزار فوج بھی پہنچ گئی اور مسلمانوں نے دشمن کو شکست دی حالانکہ تلوار کی لڑائی میں ایک آدمی تین ہزار کا کیا مقابلہ کرسکتا ہے۔“ فرماتے ہیں کہ ”زبان کی لڑائی میں تو ایک آدمی بھی کئی ہزار لوگوں کو اپنی بات پہنچا سکتا ہے مگر وہ لوگ خلیفہٴ وقت کی بات کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے عَمرِو بنِ مَعْدِی کَرِب کو تین ہزار سپاہیوں کا قائم مقام بنا کر بھیجا تو سپاہیوں نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ اکیلا آدمی کس طرح تین ہزار کا مقابلہ کرسکتا ہے بلکہ اسے تین ہزار کے برابر ہی سمجھا اور بڑی شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا۔ مسلمانوں کے اِس استقبال کی وجہ سے دشمن کے دل ڈر گئے اور وہ یہ سمجھے کہ شاید لاکھ دو لاکھ فوج مسلمانوں کی مدد کو آگئی ہے اس لئے میدانِ جنگ سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔“ آپؓ فرماتے ہیں کہ ”سرِ دست ہمیں بھی اس طرح اپنے دل کو اطمینان دینا ہوگا۔“

(سپین اور سسلی میں تبلیغِ اسلام اور جماعت احمدیہ، انوار العلوم، جلد 18، صفحہ 359-360)

یہ آپؓ بتا رہے تھے کہ یورپ میں سپین میں اور سسلی وغیرہ میں تبلیغ کس طرح کرنی ہے۔ اس ضمن میں یہ واقعہ بیان کیا۔ اب فتوحاتِ مصر کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں ایک جنگِ فَرَمَا تھی۔ ”فَرَمَا“ مصر کا ایک مشہور شہر تھا۔ یہ بحیرہ روم اور پَلُوْزِی کے دہانے کے قریب جو دریائے نیل کی سات شاخوں میں سے ایک شاخ تھی ایک پہاڑی پر آباد تھا۔

(سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 556-557، اسلامی کتب خانہ اردو بازار کراچی)

علامہ شبلی نعمانی کے مطابق بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عَمرِو بن عاصؓ کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو چار ہزار کا لشکر دے کر مصر کی طرف روانہ کیا لیکن ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اگر مصر پہنچنے سے پہلے میرا خط ملے تو واپس لوٹ آنا۔ عَرِیْش پہنچے تھے کہ حضرت عمرؓ کا خط پہنچا۔ اگرچہ اس میں آگے بڑھنے سے روکا تھا لیکن چونکہ شرطیہ حکم تھا اس لیے حضرت عمروؓ نے کہا کہ اب تو ہم مصر کی حد میں آچکے ہیں اور عَرِیْش سے چل کر فَرَمَا پہنچے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 160 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

اسلامی جنگوں پر مشتمل ایک کتاب ہے اَلْاِکْتِفَاء۔ اس میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاصؓ رَفَح مقام تک پہنچے تو آپؓ کو حضرت عمرؓ کا خط ملا تھا لیکن آپؓ نے اس ڈر سے کہ اس خط میں واپس لوٹنے کا حکم نہ ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا قاصد سے خط نہ لیا اور چلتے رہے یہاں تک کہ آپ رَفَح اور عَرِیْش کے درمیان ایک چھوٹی بستی میں پہنچے اور اس کے متعلق پوچھا۔ بتایا گیا کہ یہ مصر کی حدود میں ہے۔ پس آپؓ نے خط منگوایا اور اسے پڑھا اور اس میں لکھا تھا کہ آپ کے ساتھ جو مسلمان ہیں انہیں لے کر واپس لوٹ آئیں تو آپ نے اپنے ہمراہ لوگوں سے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ مصر میں ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ تو آپؓ نے کہا کہ امیر المومنینؓ نے حکم دیا ہے کہ اگر مجھے ان کا خط مصر کی سرزمین تک پہنچنے سے پہلے مل جائے تو میں واپس لوٹ آؤں اور مجھے یہ خط مصر کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد ملا ہے۔ پس اللہ کا نام لے کر چلو۔ اور ایک اَور روایت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ فلسطین میں تھے اور وہ بلا اجازت اپنے ساتھیوں کو لے کر مصر چلے گئے۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو ناگوار گزری۔ پس حضرت عمرؓ نے انہیں خط لکھا۔ حضرت عمرؓ کا خط حضرت عَمروؓ کو اس وقت ملا جب وہ عَرِیْش کے قریب تھے۔ پس آپ نے وہ خط نہ پڑھا یہاں تک کہ آپ عَرِیْش پہنچ گئے۔ پھر آپ نے خط پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ عمر بن خطابؓ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کے نام۔ اَمَّا بَعْدُ، یقیناً تم مصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گئے ہو اور وہاں رومیوں کی بڑی تعداد ہے اور تمہارے ساتھ تھوڑے لوگ ہیں۔ میری عمر کی قسم! اللہ تمہارا بھلا کرے۔ بہتر ہوتا اگر تم انہیں ساتھ نہ لے جاتے۔ پس اگر تم مصر نہیں پہنچے تو واپس لوٹ آؤ۔ (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ ...... جلد 2 صفحہ 324-325، استخلاف عمر بن الخطاب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1420ھ)

اس سفر میں فَرَمَا سے پہلے اسلامی لشکر کی کسی بھی رومی سپاہی سے ملاقات نہ ہوئی تھی بلکہ جگہ جگہ مصریوں نے ان کا استقبال کیا تھا اور سب سے پہلے فرما میں محاذ آرائی ہوئی تھی۔ یہ تو مختلف روایتیں ہیں لیکن وہی روایت صحیح لگتی ہے کہ عَرِیْش مصر کی حدود میں پہنچنے کے بعد ان کو خط ملا۔ نہیں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ بہانے بنائے جائیں کہ ہم مصر پہنچیں گے تو خط کھولوں گا۔ بہرحال جب وہ مصر پہنچ گئے تھے تو پھر آگے بڑھنا تھا کیونکہ پھر مومن کا قدم پیچھے نہیں اٹھتا۔ رومیوں نے یہ خبر پا کر کہ حضرت عمروؓ کے ساتھ آنے والی فوج معمولی تعداد اور ناقابلِ ذکر جنگی تیاریوں میں ہے زیادہ دنوں تک محاصرہ نہیں کرسکتے جبکہ ہم ان سے زیادہ تعداد رکھتے ہیں اور اس کی تیاری کر رہے ہیں اور انہیں پست کر کے لے جائیں گے۔ تو رومیوں نے یہ خیال کیا اور وہ شہر میں قلعہ بند ہوگئے۔ ادھر حضرت عمرو بن عاصؓ کو رومیوں کی عسکری قوت کا علم ہوچکا تھا کہ اسلحہ اور تعداد میں کئی گنا ہم پر بھاری ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے فَرَمَا پر قابض ہونے کے لیے منصوبہ بنایا کہ اچانک حملہ کر کے فصیل کے دروازوں کو کھول دیا جائے یا پھر اس وقت تک صبر کے ساتھ محاصرہ جاری رکھا جائے جب تک کہ شہریوں کی خوراک ختم نہ ہوجائے اور بھوک سے بے تاب ہو کر باہر نہ نکل آئیں۔ چنانچہ محاصرہ کرلیا۔ ادھر مسلمانوں کا محاصرہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا تھا اور ادھر رومی بھی اپنی ضد سے پیچھے نہ ہٹ رہے تھے۔ اس طرح محاصرہ کئی مہینے جاری رہا۔ کبھی کبھی رومی فوج باہر آتی اور دو چار جھڑپیں کر کے پیچھے ہٹ جاتی۔ ان جھڑپوں میں مسلمان ہی غالب رہتے۔ ایک دن رومی افواج کی ایک جماعت بستی سے باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑنے نکلی۔ مقابلہ میں مسلمان غالب رہے اور رومی ہزیمت کھا کر بستی کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دوڑنے میں کافی تیز روی کا ثبوت دیا اور کچھ لوگوں نے دروازوں تک رومیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر فصیل کا دروازہ کھول دیا اور فتحِ مبین کا رستہ صاف کردیا۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطاب از الصلابی، مترجم اردو صفحہ 755,756، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

فتحِ بِلْبِیْس، یہ کس طرح ہوئی۔ فَرَمَا کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے بِلْبِیْس کا رخ کیا تو رومی فوج نے آپؓ کا

راستہ روک لیا۔ بِلبیس فُسطاطُ سے تقریباً تیس میل دور شام کے رستے پر ایک شہر ہے۔ بہرحال رستہ روک لیا تا کہ مسلمان بَابِلیُون کے قلعہ تک نہ پہنچ سکیں۔ بَابِلیُون نام قدیم لغت میں دیارِ مصر کے لیے استعمال ہوتا ہے بالخصوص جہاں فُسطَاطُ آباد ہوا اسے پہلے بَابِلیُون کہا جاتا تھا۔ رومی فوج یہیں لڑنا چاہتی تھی لیکن حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان سے کہا تم اس وقت تک جلدی نہ کرو جب تک ہم اپنی بات تمہارے سامنے رکھ نہ دیں تا کہ کل عذر و معذرت کی کوئی بات نہ رہ جائے۔ پھر کہا کہ تم اپنے پاس سے ابومریم اور اَبُومَرْیَام کو میرے پاس سفیر بنا کر بھیجو۔ چنانچہ وہ لوگ لڑنے سے رک گئے اور ان دونوں سفیروں کو بھیج دیا۔ یہ دونوں سفیر اہل بِلبیس کے راہب تھے۔ حضرت عمروؓ نے ان کے سامنے اسلام لانے یا جزیہ دینے کی تجویز رکھی اور ساتھ اہلِ مصر کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش کیا کہ تم مصر کو فتح کرو گے۔ وہ ایسا ملک ہے جہاں قِیراط کا نام چلتا ہے۔ پس جب تم اسے فتح کر چکو تو اس کے رہنے والوں سے احسان کا سلوک کرنا کیونکہ ان کے لیے ذمہ داری اور صلہ رحمی ہے یا فرمایا کہ ذمہ داری اور مُصَاہَرت ہے۔ ان دونوں سفیروں نے یہ بات سن کر کہا یہ بہت دور کا رشتہ ہے، اسے انبیاء ہی پورا کر سکتے ہیں۔ ہمیں جانے دو۔ ہم واپس آ کے بتائیں گے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا مجھ جیسے شخص کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا ہے۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں آپ لوگ اچھی طرح معاملے پہ غور کر لیں۔ دونوں سفیروں نے کہا کہ ایک دن کی اَور مہلت دے دیں۔ آپ نے انہیں مزید ایک دن کی مہلت دے دی۔ دونوں سفیر لوٹ کر قِبطیوں کے سردار مَقُوقَس اور شاہ روم کی طرف سے مصر کے حاکم اَرْطَبُون کے پاس آئے اور مسلمانوں کی بات ان کے سامنے رکھی۔ اَرْطَبُون نے ماننے سے انکار کر دیا اور جنگ کا پختہ ارادہ کر کے راتوں رات اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اَرْطَبُون کے اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اس معرکے میں شہید ہوئی اور رومیوں کے ایک ہزار سپاہی قتل اور تین ہزار سپاہی گرفتار ہوئے اور اَرْطَبُون میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور بعض نے کہا کہ وہ اسی جنگ میں مارا گیا۔ مسلمانوں نے اسے اس کے لشکر سمیت اسکندریہ تک شکست دی۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمان بِلبیس میں ایک مہینہ تک رہے۔ اس دوران لڑائی ہوتی رہی اور آخر میں فتح مسلمانوں کو ہوئی لیکن اس امر میں ان کا اختلاف ہے کہ یہ جنگ شدید تھی یا کم۔ (سیدنا عمر بن خطاب از صلابی مترجم، صفحہ 757-758، مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان) (ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 564-565، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور) (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ...... جزء 2 صفحہ 346، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1420ھ) (معجم البلدان، جلد 1 ، صفحہ 567، بِلبیس، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (اٹلس فتوحات اسلامیہ، جلد 2 صفحہ 225، دار السلام الریاض 1428ھ)

اس جنگی کشمکش کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کی دانش مندی اور اخلاقی برتری کی دلیل ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب بِلبیس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو اس میں مَقُوقَس کی لڑکی گرفتار ہوئی جس کا نام اَرْمَانُوسہ تھا۔ وہ اپنے باپ کی چہیتی بیٹی تھی۔ اس کا باپ قُسطنطِین بِن ہِرَقل سے اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس شادی پر راضی نہیں تھی۔ اس لیے وہ اپنی خادمہ کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے بِلبیس آئی ہوئی تھی۔ بہرحال جب مسلمانوں نے اسے گرفتار کیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے تمام صحابہ کرامؓ کی ایک مجلس بلائی اور انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنایا کہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن: 61) کیا احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اَور بھی ہو سکتی ہے؟ پھر اس آیت یعنی هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کے حوالے سے کہا کہ مَقُوقَس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔ میری رائے ہے کہ اس لڑکی اور اس کے ساتھ جو دیگر خواتین ہیں اور اس کے خدمت گزار ہیں اور جو مال ہمیں ملا ہے وہ سب کچھ مَقُوقَس کے پاس بھیج دو۔ سب نے عَمرو بن عاصؓ کی رائے کو درست قرار دیا۔ پھر عَمرو بن عاصؓ نے مَقُوقَس کی بیٹی اَرْمَانُوسہ کو اس کے تمام جواہرات، دیگر خواتین اور خدمت گزاروں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے اس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ واپس ہوتے ہوئے اس کی خادمہ نے اَرْمَانُوسہ سے کہا ہم ہر طرف سے عربوں کے گھیرے میں ہیں۔ اَرْمَانُوسہ نے کہا میں عربی خیمے میں جان اور عزت کو محفوظ سمجھتی ہوں لیکن اپنے باپ کے قلعہ میں اپنی جان کو محفوظ نہیں سمجھتی۔ پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس پہنچی تو اس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔

(سیدنا عمر بن خطاب از علی محمد صلابی، اردو مترجم، صفحہ 758-759، مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

پھر اُمِّ دُنَین ایک جگہ ہے، وہاں کی فتح کا ذکر ہے۔ بِلبیس کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ صحرا کی سرحد پر پیش قدمی کرتے ہوئے اُمِّ دُنَین کی بستی کے قریب جا پہنچے جو دریائے نیل پر خلیج تراجان کے منبع کے پاس واقع تھی۔ یہ خلیج سویز کے قریب شہر مصر کو بحیرہ روم سے ملاتی تھی جہاں آج کل قاہرہ کا محلہ ازبکیہ ہے وہیں اس زمانے میں اُمِّ دُنَین کی بستی تھی جسے رومیوں نے قلعہ بند کر رکھا تھا۔ اس کے قریب دریائے نیل کا گھاٹ تھا اور اس گھاٹ پر بہت سی کشتیاں کھڑی رہتی تھیں۔ یہ بستی بَابِلیُو نکے شمال میں تھی جو شہر مصر کا سب سے بڑا قلعہ تھا۔ اس لحاظ سے اُمِّ دُنَین کو مصریوں کے اس محبوب علاقے کی، جو گذشتہ زمانوں کے فرعونوں کا دارالحکومت بھی رہ چکا تھا، سب سے پہلی دفاعی چوکی کہا جا سکتا ہے۔ اُمِّ دُنَین کے قریب جا کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا۔ رومیوں نے قلعہ بَابِلیُون میں اپنی بہترین فوج پہنچا دی تھی اور اُمِّ دُنَین کے قلعہ کو خوب اچھی طرح مضبوط کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ جاسوسوں کی خبروں سے حضرت عمرو بن عاصؓ کو اندازہ ہو گیا کہ ان کی فوج قلعہ بَابِلیُون کی فتح یا اس کے محاصرے کے لیے ناکافی ہے۔ انہوں نے ایک قاصد کے ہاتھ ایک خط مدینہ بھیجا اور اس میں اپنے سفر مصر کے حالات، قلعوں کی تفصیلات اور ان پر حملہ کرنے کے لیے کمک کی ضرورت کا اظہار کیا۔ ادھر فوج میں یہ اعلان کرا دیا کہ امدادی فوجیں بہت جلد پہنچنے والی ہیں۔ اس کے بعد اُمِّ دُنَین کی طرف بڑھے اور اس کا محاصرہ کر کے قلعہ میں غذائی اور فوجی ضروریات کے سامان کی رسد روک دی۔ قلعہ بَابِلیُون میں جو رومی تھے انہوں نے ادھر آنے کی کوشش نہ کی کیونکہ بِلبیس میں اَرْطَبُون کا حشر دیکھ چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ عربوں سے کھلے میدان میں لڑنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اُمِّ دُنَین کی فوجیں البتہ کبھی کبھار نکلتیں اور ناکام جھڑپوں کے بعد واپس ہو جاتیں۔ کئی ہفتے اسی طرح گزر گئے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ بارگاہِ خلافت سے پہلی امدادی فوج روانہ کر دی گئی اور وہ آج کل میں پہنچا چاہتی ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کی ہمت اور طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

(حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 567-570، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

حضرت عمرؓ نے اسلامی لشکر کی مدد کے لیے چار ہزار سپاہی بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے ہر ہزار آدمی پر ایک امیر مقرر کیا۔ ان امراء کے نام حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت عُبادہ بن صامتؓ اور حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ تھے۔ ایک قول کے مطابق حضرت مَسْلَمَہ بن مُخَلَّدؓ کی جگہ خَارِجَہ بن حُذَافَہ امیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ کمک بھیجنے کے ساتھ حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا کہ اب تمہارے ساتھ بارہ ہزار مجاہدین ہیں۔ یہ تعداد کمی کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہو گی۔ رومی جنگجو قبطیوں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ دونوں فوجوں میں شدید لڑائی ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حکمت عملی سے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو جَبَلِ اَحْمَر کے قریب ایک جگہ پر ٹھہرا دیا۔ دوسرے حصے کو اُمِّ دُنَین کے قریب دریائے نیل کے کنارے ایک جگہ پر ٹھہرا دیا اور فوج کا بقیہ حصہ لے کر دشمن کے مقابلے پر نکلے۔ جس وقت دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہو رہی تھی جَبَلِ اَحْمَر میں چھپی فوج نے نکل کر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے دشمن کا فوجی نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ اُمِّ دُنَین کی طرف بھاگے۔ وہاں اسلامی فوج کا دوسرا حصہ تیار تھا۔ اس نے ان کا راستہ روک دیا۔ اس طرح رومی فوج مسلمانوں کی تینوں فوجوں کے درمیان پھنس گئی اور دشمن کو شکست ہوئی۔ (سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی مترجم، صفحہ 759، مطبوعہ الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

متفرق فتوحات کے بارے میں ذکر ہے کہ اُمِّ دُنَین کی فتح کے بعد سب سے پہلے فَیُّوم کے علاقے پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے فتح حاصل کی اور اس علاقے کا سردار اس لڑائی میں قتل ہو گیا۔ (ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 571-572، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

پھر عَیْنُ الشَّمْسِ میں مسلمانوں کا رومیوں سے مقابلہ ہوا۔ اس سے قبل آٹھ ہزار مجاہدین کا لشکر بطور کمک حضرت عمرو بن عاصؓ سے آملا جس کی کمان حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہاتھ میں تھی اور اس میں حضرت عُبادہ بن صامتؓ، حضرت مِقداد بن اسودؓ اور مَسْلَمَہ بن مُخَلَّد وغیرہ بھی تھے۔ اس جنگ میں بھی مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ اس کے بعد فَیُّوم کے پورے صوبہ پر مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ مسلمانوں کی فوج کے ایک حصہ نے صوبہ مَنُوفِیَہ کے دو شہروں اِثْرِیْب اور مَنُوف پر فتح پائی۔ (سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 573 و 579، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور) (اٹلس فتوحات اسلامیہ، جلد 2 صفحہ 229، دار السلام الریاض 1428ھ)

معرکہ قلعہ بَابِلیُون یا فُسطَاطُ کی فتح کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ اُمِّ دُنَین کی فتح کے بعد قلعہ بَابِلیُون کی طرف بڑھے اور اس کا زبردست محاصرہ کیا۔ اب اس علاقے کا نام فُسطَاطُ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عربی میں خیمے کو فُسطَاطُ کہتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے قلعہ کو فتح کرنے کے بعد جب یہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا تو اتفاق سے ایک کبوتر نے حضرت عمروؓ کے خیمے میں گھونسلا بنا لیا تھا۔ جب ان کی نظر اس پر پڑی تو انہوں نے حکم دیا کہ اس خیمے کو یہیں رہنے دو اور حضرت عمروؓ نے اسکندریہ سے واپس آ کر اسی خیمے کے قریب شہر بسایا اس لیے یہ شہر فُسطَاطُ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 150-151 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

قلعہ میں محافظ دستے کی تعداد کا اندازہ پانچ سے چھ ہزار تک لگایا جاتا تھا اور وہ ہر طرح سے مسلح تھے۔ حضرت عمروؓ نے قلعہ بَابِلیُون کا محاصرہ شروع کیا۔ اسکندریہ کے بعد یہ بہت مضبوط قلعہ تھا اور پکی اینٹوں سے بنایا ہوا تھا اور چاروں طرف سے دریائے نیل کے پانیوں سے گھرا ہوا تھا چونکہ دریائے نیل پر واقع تھا اور جہاز اور کشتیاں قلعہ کے دروازے پر آکر لگتی تھیں اس لیے سرکاری ضرورتوں کیلئے نہایت مناسب مقام تھا۔ عرب اس مضبوط قلعہ پر حملہ کرنے کیلئے ضروری آلات سے لیس نہ تھے نہ وہ اس کیلئے تیار تھے۔ (سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا صفحہ 264-265 مکتبہ اسلامیہ 2010ء)

حضرت عمروؓ نے اول اس کا محاصرہ کرنے کی تیاریاں کر لیں۔ مَقُوقَس جو مصر کا فرمانروا تھا وہ حضرت عمرو بن عاصؓ سے پہلے قلعہ میں پہنچ چکا تھا اور لڑائی کا بندوبست کر رہا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں ضرورتیں تھیں مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور سپاہی متعین کیے۔ یہ محاصرہ مسلسل سات ماہ تک جاری رہا اور فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا۔ (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 150، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

اس دوران رومی فوج کبھی کبھی قلعہ سے باہر آ کر جنگ بھی کرتی لیکن پھر واپس چلی جاتی۔ اس دوران مَقُوقَس اپنے سفیروں کو مصالحت اور دھمکانے کی غرض سے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس بھیجتا رہا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عُبادہ بن صامتؓ کو بھیجا اور مصالحت کرنے کیلئے صرف تین شرائط لگا دیں کہ اسلام لاؤ، جزیہ دو یا پھر جنگ ہو گی اور کہا کہ اس کے علاوہ کسی بات پر صلح نہیں ہو سکتی۔ نہ صلح کرنا۔ مَقُوقَس نے جزیہ دینا منظور کر لیا اور اس سلسلہ میں ہرقل سے اجازت مانگنے کیلئے خود ہرقل کے پاس گیا لیکن ہرقل نے اسے ماننے سے انکار کر دیا بلکہ مَقُوقَس سے سخت ناراض ہوا اور اس کو سزا دیتے ہوئے جلاوطن کروا دیا۔ (سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی اردو ترجمہ، صفحہ 760، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان) (ماخوذ از سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 582 و 584 و 590، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

جب قلعہ بَابِلیُون کی فتح میں زیادہ تاخیر نظر آئی تو حضرت زبیر بن عوامؓ کہنے لگے کہ اب میں اپنی جان اللہ کے رستہ میں ہبہ کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی سے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا۔ یہ کہہ کر ننگی تلوار لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اَور صحابہ نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ فصیل پر چڑھ کر سب نے ایک نعرہ لگایا اور ساتھ ہی تمام فوج نے بھی نعرہ لگایا جس سے قلعہ کی زمین دہل گئی۔ عیسائی سمجھ گئے کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے ہیں وہ بدحواس ہو کر بھاگے اور حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر آ گئی اور لڑتے لڑتے قلعہ کو فتح کر لیا۔ (سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی اردو ترجمہ، صفحہ 760، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان) (ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 150، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت عمرو بن عاصؓ نے انہیں اس شرط پر امان دے دی کہ رومی فوج اپنے ساتھ چند دنوں کی خوراک لے کر یہاں سے نکل جائے اور قلعہ بَابِلیُون میں جو ذخیرہ اور جنگی اسلحہ ہے انہیں ہاتھ نہ لگائیں کیونکہ وہ مسلمانوں کے اموالِ غنیمت ہیں۔ اسکے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے قلعہ بَابِلیُون کے گنبدوں اور بلند اور مستحکم دیواروں کو توڑ دیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی اردو ترجمہ، صفحہ 760، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

قلعہ بَابِلیُون کی فتح کے بعد اسلامی فوج نے مصر میں مختلف علاقوں اور قلعوں پر فتوحات حاصل کیں جن میں سب سے نمایاں طَرْنُوط، نَقْیُوس، سُلْطَیس، کِرْیُون وغیرہ ہیں۔ (سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم حبیب اشعر، صفحہ 608، 605، 603، 602، اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

اسکندریہ کی فتح کس طرح ہوئی؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ فُسطاط کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے اسکندریہ کی فتح کی

بھی اجازت دے دی۔ اسکندریہ اور فُسطاطُ کے درمیان مقام کِرُیُون میں رومیوں کے ساتھ شدید جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد اسکندریہ تک رومی سامنے نہ آئے۔ مُقَوقَس جزیہ دے کر صلح کرنا چاہتا تھا لیکن رومیوں نے اس پر دباؤ ڈالا جس کے نتیجہ میں مُقَوقَس نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ اور قِبطی قوم اس جنگ میں شامل نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں اس میں کوئی ضرر نہ پہنچے۔ قِبطی اس معرکے سے الگ رہے جبکہ انہوں نے اسلامی فوج کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے لیے راستہ ہموار کرنے لگے اور پل مرمت کرنے لگے۔ اسکندریہ کے محاصرہ میں بھی قبطی لوگ مسلمانوں کو رسد مہیا کرتے رہے۔ اسکندریہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس وقت مسلمانوں نے اسکندریہ کو فتح کیا اس وقت اس شہر کو دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی۔ قسطنطنیہ کے بعد بازنطینی رومی بادشاہت کا دوسرا بڑا شہر مانا جاتا تھا۔ مزید برآں دنیا کا سب سے پہلا تجارتی شہر تھا۔ بازنطینی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر اس شہر پر مسلمانوں کا غلبہ ہو گیا تو اس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آئیں گے۔ اسی پریشانی کی حالت میں ہرقل نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر عرب اسکندریہ پر غالب آ گئے تو رومی ہلاک ہو جائیں گے۔ اسکندریہ میں ہرقل نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بنفس نفیس تیاری کی تھی لیکن تیاری کے دوران مر گیا اور اس کا بیٹا قسطنطین بادشاہ بنا۔ اسکندریہ اپنی فصیلوں کی استواری، ضخامت، محل وقوع اور محافظوں کی کثرت کی وجہ سے دفاعی اعتبار سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتا تھا۔ اسکندریہ کا محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا۔ حضرت عمرؓ کو تشویش ہوئی اور حضرت عمرؓ نے خط لکھا کہ شاید تم لوگ وہاں رہ کر عیش پرست ہو گئے ہو ورنہ فتح میں اس قدر دیر نہ ہوتی۔ اس پیغام کے ساتھ مسلمانوں میں جہاد کی تقریر کرواور حملہ کرو۔ حضرت عمرؓ کا یہ خط سنانے کے بعد حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عُبادہ بن صامِتؓ کو بلایا اور علَم ان کے سپرد کیا۔ مسلمانوں نے نہایت شدید حملہ کیا اور شہر فتح کر لیا۔ اسی وقت حضرت عمروؓ نے مدینہ قاصد روانہ کیا اور اس کو کہا کہ جس قدر تیز جا سکو جاؤ اور امیر المومنین کو خوشخبری سناؤ۔ قاصد اونٹنی پر سوار ہوا اور منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچا۔ چونکہ دوپہر کا وقت تھا تو اس خیال سے کہ یہ آرام کا وقت ہے، بارگاہ خلافت میں جانے سے پہلے سیدھا مسجد نبویؐ کا رخ کیا۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ کی لونڈی ادھر آ نکلی اور پوچھا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ قاصد نے کہا اسکندریہ سے آیا ہوں۔ اس لونڈی نے اسی وقت جا کر خبر دی اور ساتھ ہی واپس آئی اور کہا کہ چلو تم کو امیر المومنینؓ بلاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بغیر انتظار کے خود چلنے کے لیے تیار ہوئے اور چادر سنبھال رہے تھے کہ قاصد پہنچ گیا۔ فتح کا حال سن کر زمین پر گرے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ آپؓ اٹھ کر مسجد میں آئے اور منادی کرادی کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ۔ یہ سنتے ہی سارا مدینہ امڈ آیا۔ قاصد نے سب کے سامنے فتح کے حالات بیان کیے۔ بعد ازاں قاصد حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کے گھر گیا۔ اس کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے قاصد سے پوچھا کہ سیدھے میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ اس نے کہا کہ میں نے سوچا کہ آپؓ آرام کر رہے ہوں گے۔ فرمانے لگے تم نے میرے متعلق یہ کیوں گمان کیا؟ میں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بار کون اٹھائے گا؟

اسکندریہ کی فتح کے ساتھ سارا مصر فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں کثرت سے قیدی بنائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے تمام قیدیوں کے متعلق حضرت عمروؓ کو بذریعہ خط ارشاد فرمایا کہ سب کو بلا کر کہہ دو کہ ان کو اختیار ہے کہ مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ورنہ جزیہ دینا ہو گا جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا یہ فرمان جب قیدیوں کے سامنے پڑھا گیا تو بہت سے قیدیوں نے اسلام قبول کیا اور بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے۔ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار کرتا تو مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے تھے اور جب کوئی شخص عیسائیت کا اقرار کرتا تھا تو تمام عیسائیوں میں مبارکباد کا شور اٹھتا تھا اور مسلمان غمگین ہوتے تھے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی، صفحہ 162 تا 165، دارالاشاعت کراچی 1991ء) (ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ از الصلابی اردو ترجمہ، صفحہ 760 تا 764، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

اسکندریہ کی لائبریری جلائے جانے کا واقعہ بھی بعض مستشرقین بڑے زور شور سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اسکندریہ کی اس فتح کے ضمن میں مخالفین بالخصوص عیسائی مصنفین کی طرف سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اسکندریہ میں موجود ایک بہت بڑے کتب خانے کو جلانے کا حکم دیا تھا اور اس اعتراض کے ساتھ گویا یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمان نعوذ باللہ کس قدر علم و عقل کے مخالف تھے اور اسکندریہ میں موجود اتنے بڑے کتب خانے کو جلا دیا کہ چھ ماہ تک آگ جلتی رہی حالانکہ عقل و نقل دونوں اعتبار سے یہ اعتراض سراسر بناوٹی اور جعلی معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس قوم کو اس کے رب اور راہنما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (سنن ابن ماجہ افتتاح الکتاب فی الایمان وفضائل الصحابۃ والعلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر 224)

اور جس نے یہ حکم دیا ہو کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ کہ علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے (کنز العمال جزء 10، صفحہ 138، کتاب الباب الاول فی الترغیب فیہ، حدیث 28697، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

اور جن کے لیے قرآن کریم میں علم و عقل اور تدبر و تفکر کے لیے درجنوں احکام و آیات موجود ہوں ایسے لوگوں پر کتب خانے کو جلانے کا الزام لگانا عقل اور درایت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے محققین جن میں خود عیسائی اور یورپین محقق شامل ہیں انہوں نے اس بات کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانے کو جلائے جانے کا واقعہ سراسر بناوٹی اور جعلی قصہ ہے۔ چنانچہ مصر کے ایک عالم محمد رضا اپنی تصنیف 'سیرت عمر فاروقؓ' میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسکندریہ میں آگ لگنے کا جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کا ذکر اَبُوالْفَرَج مَلَطِیّ نے کیا ہے۔ اس نے یہ واقعہ تاریخ کی ایک کتاب 'مُخْتَصِرُ الدُّوَل' میں کیا ہے۔ یہ مؤرخ 1226ء میں پیدا ہوا اور 1286ء میں فوت ہوا۔ اس نے لکھا ہے کہ فتح کے وقت یُوحَنَّا اَلنَّحْوِی نامی ایک شخص جو قِبطی پادری تھا اور مسلمانوں میں یحییٰ کے نام سے مشہور ہوا، اعتقاد کے لحاظ سے عیسائیوں کے فرقہ یعقوبیہ سے اس کا تعلق تھا اور بعد میں عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے رجوع کر لیا۔ اس نے عمرو بن عاصؓ سے خزائنِ ملوکیت میں سے حکمت کی کتب مانگیں تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ سے اجازت کے بعد ہی کچھ بتانے کے قابل ہوں گا۔ ویسے تو یہ بالکل جھوٹی کہانی ہے لیکن پھر بھی اعتراض کو ردّ کرنے کے لیے بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ آپؓ نے جن کتابوں کا ذکر کیا ہے اگر تو ان کا مواد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے موافق ہے تو پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے اور ان کتابوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور اگر ان کا مواد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف ہے تو پھر ان کتابوں کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا آپ ایسی کتابیں ضائع کرا دیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسکندریہ کے حماموں پر ان کتابوں کی چھانٹی شروع کر دی اور انہیں ان بھٹیوں میں جلا دیا۔ اس طرح وہ کتابیں چھ ماہ میں ختم ہو گئیں۔

اس روایت کا ذکر نہ تاریخ طبری میں ہے نہ ابنِ اثیر میں ہے، نہ یعقوبی اور کِنْدِی میں، نہ ابن عبدالحَکَم اور بَلَاذُرِی میں اور نہ ہی ابنِ خلدون نے اس کا ذکر کیا ہے۔ صرف ابوالفَرَج نے تیرھویں صدی عیسوی کے نصف اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں کسی مصدر کا ذکر کیے بغیر اسے لکھا ہے۔

پروفیسر بٹلر نے یوحنا نحوی کے بارے میں تحقیق کی اور لکھا ہے کہ وہ سن 642ء میں جس میں لائبریری کو آگ لگنے کا ذکر ہے زندہ ہی نہیں تھا۔ دائرۂ معارف برطانیہ نے ذکر کیا ہے کہ یوحنا پانچویں صدی کے اواخر اور چھٹی صدی کے اوائل میں زندہ تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر ساتویں صدی کے اوائل میں فتح ہوا تھا۔ اس بنا پر پروفیسر بٹلر نے درست کہا ہے کہ وہ اس وقت فوت ہو چکا تھا۔ یہ یعنی جس کا حوالہ دے رہے ہیں وہ تو اس واقعہ سے جو غلط رنگ میں ہی بے شک بیان کیا جاتا ہے اس سے بہت پہلے فوت ہو چکا تھا۔ پھر یہ کہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے پروفیسر اسماعیل کی سند سے اپنے رسالے ''تاریخ عمرو بن عاصؓ'' میں یہ تحریر کیا ہے کہ اس وقت دارِ کتب اسکندریہ یعنی اسکندریہ کی جو لائبریری تھی وہ موجود ہی نہیں تھی کیونکہ اسکے دو حصوں میں سے ایک بڑے حصے کو یُولیوس قیصر (جولیس قیصر، جولیس سیزر (Julius Caesar)) کے لشکروں نے بلا قصد، بغیر کسی مقصد کے اور بلا وجہ سن 47 ق م میں جلا دیا تھا اور اس کی دوسری قسم بھی اسی طرح مذکورہ زمانے میں معدوم ہو گئی تھی اور یہ واقعہ تِیُوفِل (Teofill) پادری کے حکم پر چوتھی صدی میں ہوا۔

پروفیسر بٹلر لکھتا ہے کہ ابوالفرج کا قصہ تاریخی اساس سے محض بے سروپا ہے اور مضحکہ خیز ہے۔ اگر کتابیں جلائی ہوتیں تو وہ مختصر سی مدت میں ایک دفعہ ہی جل سکتی تھیں اور اگر وہ چھ ماہ میں جلائی گئیں تو ان میں سے بہت سی چوری بھی ہو سکتی تھیں۔ عربوں کے متعلق معروف نہیں کہ انہوں نے کسی چیز کو تلف کیا ہو۔ گِبَن (Gibbon) نے لکھا ہے کہ اسلامی تعلیمات اس روایت کی مخالفت کرتی ہیں کیونکہ اس کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ جنگ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی ملنے والی کتب کو جلانا جائز نہیں اور جہاں تک علم، فلسفہ، شعر اور دین کے دیگر علوم کی کتب کا تعلق ہے تو اسلام نے ان سے استفادہ کرنا جائز قرار دیا ہے۔ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں گرجوں اور ان کی متعلقہ چیزوں کو نقصان پہنچانے سے منع کیا بلکہ ذمیوں کو بھی حریت دینیہ کی اجازت دی تھی تو کیا عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ امیر المومنین، اسکندریہ کا کتب خانہ جلا دینے کا حکم دیں گے۔ (ماخوذ از سیرت عمر فاروقؓ از محمد رضا، صفحات 294 تا 297، مکتبہ اسلامیہ لاہور 2010ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی کتاب ''تصدیق براہین احمدیہ'' میں اس اعتراض کا ذکر کر کے جواب دیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ فَیلُونَس حکیم اور فاضل اجل کی عرض پر عمرو سپہ سالار فوج نے امیر المومنین عمر خلیفہ ثانیؓ سے اس کتب خانے کے بارے میں ارشاد پوچھا تو خلیفہ نے لکھا فی الفور جلا دیے جاویں۔ چھ مہینے تک وہ حمام گرم ہوتے رہے۔ آپ لکھتے ہیں یہ لوگ یہ کہتے ہیں۔ یہ تو اعتراض صرف پادری صاحبان کی کاسہ لیسی کا نتیجہ ہے۔ اس میں حقیقت کوئی نہیں۔ وَالّا ناظرین غور کریں۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں کہ اول یہ کہ اگر اسلام کی عادات میں یہ ہوتا تو اسلام والے پھر خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد سعادت مہد میں یہود اور عیسائیوں کی پاک کتب کو جلاتے کیونکہ وہی دونوں مذاہب، ہاں پاک کتابوں والے مذاہب مذہبِ اسلام کے پہلے مخاطب تھے۔ پھر مجوس پر اسلام کا پورا تسلط ہوا مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ اسلام نے ان کی کتابیں جلائیں۔ اگر یہ فعل اسلام یا خلفائے اسلام کا داب ہوتا یعنی ان کی عادت ہوتی تو اس کے ارتکاب کے اسباب ہمیشہ اسلام میں موجود ہوتے اور اسلام کو اس میں کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں: دوسری بات یہ کہ اگر مذہبی کتابوں کا جلانا اسلامی بادشاہوں اور عوام اسلام کا کام ہوتا تو یونانی فلسفہ، یونانی طب، یونانی علوم کے ترجمے عربی زبان میں محال ہوتے۔ سوئم یہ کہ اگر کتابوں کا جلانا اسلامی لوگ اختیار کرتے تو ضرور تھا کہ مکذب براہین احمدیہ، جو براہین احمدیہ کی تکذیب کر رہا ہے، اس کے جواب میں حضرت خلیفہ اول لکھ رہے ہیں ناں کہ اپنے ملک سے کوئی نظیر دیتے اور انہیں اسکندریہ میں سمندر پار نہ جانا پڑتا۔ یہاں لکھتے کہ ہندوستان میں کون سی کتابیں جلی ہیں۔ چہارم یہ کہ سات سو برس سے زیادہ اسلام نے ہندوستان میں سلطنت کی اور اس عرصہ میں بھگوت، رامائن، گیتا، مہابھارت اور ان کے مثل لِنگ پُران (Ling Puran)، مارکُنڈِی (Markundi) مشہور کتابیں ہیں جو آج تک مذہبی کتابیں اور مقدس پُستک یقین کی جاتی ہیں۔ کسی کے جلانے کی خبر کان میں نہیں پہنچی بلکہ ان کتابوں میں سے بعض کے ترجمے ہوئے۔ پس تعجب آتا ہے کہ ان ہندوؤں نے کیونکر سمجھ لیا کہ مسلمان ان کی پُستکوں کو جلاتے ہیں۔ انصاف سے سوچو۔

(ماخوذ از تصدیق براہین احمدیہ، جلد اوّل، صفحہ 203-204)

اس اعتراض کے جواب میں 'تصدیق براہین احمدیہ' میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ نے بھی نوٹ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت تک جبکہ اس واقعہ کی تحقیق نہ کی گئی تھی اور صحیح حالات روشنی میں نہ آئے تھے یہ الزام مسلمانوں کو دیا جاتا تھا مگر اب منصف مزاج اور حق پسند علماء میں ایسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جو یہ ناحق الزام مسلمانوں کو دیتے ہوں۔ اس الزام کی وجہ زیادہ تر تعصب یا ناواقفیت پر مبنی تھی اور اس وقت بھی جب یہ الزام لگانے والے کے پاس کوئی صحیح سند موجود نہ تھی یعنی اس قصہ کے بیان کرنے والے دو مؤرخ اس واقعہ سے پانچ سو اسّی برس بعد پیدا ہوئے اور کوئی پہلی سند ان کے پاس موجود نہ تھی۔ سینٹ کرائے (Saint Croix) جس نے اسکندریہ کے کتب خانے کی تحقیق میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اس روایت کو بالکل جھوٹا ٹھہرایا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ یہ کتابیں جولیس سیزر (Julius Caesar) کی لڑائی میں جل گئی تھیں۔

چنانچہ پلوٹارک (Plutarch) بھی 'لائف آف سیزر' میں لکھتا ہے کہ جولیس سیزر نے دشمنوں کے ہاتھوں میں پڑ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے

جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 606)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

جانے کے خوف سے اپنے جہازوں کو آگ لگا دی اور وہی آگ بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی کہ اس نے اسکندریہ کے مشہور کتب خانۂ عظیم کو بالکل جلا دیا۔

ہیڈن (Haydn) نے اپنی کتاب ڈکشنری آف ڈیٹس ریلیٹنگ ٹو آل ایجز (Dictionary of Dates Relating to all Ages) میں جہاں اس غلط روایت کو درج کیا ہے وہاں اپنی تحقیقات سے یہ نوٹ لکھا ہے کہ یہ قصہ بالکل مشکوک ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ’’اگر وہ کتابیں مخالفِ اسلام ہیں تو جلا دینی چاہئیں‘‘ مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اس قول کو بعض نے تھیوُفِلس (Theophilus) اسکندریہ کے بشپ سے منسوب کیا ہے جو 391ء میں ہوا اور بعض نے اسے کارڈینل جیمینیز (Cardinal Jimenez) کے ماتھے لگایا ہے جو 1500ء میں تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمارے مشہور جوان مرد ڈاکٹر لائٹُنر (Dr.Leitner) نے اپنی کتاب سِنین الاسلام میں اس غلط روایت کی پیروی کی ہے اور افسوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو اپنی تحقیقات میں دھوکا ہوا ہے۔

ڈریپر صاحب، جان ولیم ڈریپر (John William Draper) نے مشہور کتاب میں پہلے اس قول کو غلط راویوں سے نقل کیا ہے لیکن بعد میں جا کر اس قول کی غلطی کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ درحقیقت یہ کتابیں جولیس سیزر کی لڑائی میں جل گئی تھیں اور اب کامل یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قول بالکل بے اصل اور محض فسانہ ہے۔ اگر رونے کے لائق ہے تو یہ سچا واقعہ ہے، اگر جس بات پہ افسوس کرنا چاہیے، رونا چاہیے تو یہ واقعہ سچا ہے کہ متعصّب کارڈینل جیمینیز (Cardinal Jimenez) نے اسّی ہزار عربی قلمی کتابیں گرناڈا (Granada) کے میدانوں میں برباد کرنے والی آگ کے شعلوں کے حوالے کر دی تھیں۔ جب سپین کو انہوں نے مسلمانوں سے چھینا اور عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو وہاں غرناطہ کی لائبریری سے اسّی ہزار کتابیں انہوں نے جلائی تھیں۔ یہ ہے اصل رونے کا مقام بجائے اسلام پہ الزام لگانے کے۔ دیکھو۔ Conflict Between Religion and Science (ماخوذ از تصدیق براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ 203 حاشیہ) اس میں یہ حوالہ درج ہے۔ تو بہر حال یہ لائبریری کے جلانے کا حوالہ تھا جس کا الزام لگایا جاتا ہے۔

پھر فتح بَرُقَہ وطرابلس وغیرہ کا ذکر ہے۔ مصر فتح کر لینے اور وہاں امن وامان قائم ہو جانے کے بعد عمرو بن عاصؓ مغرب کی سمت بڑھے تا کہ ادھر سے مفتوحہ علاقوں کے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ بَرُقَہ اور طرابلس میں روم کی کچھ فوج قلعہ بند تھی اور موقع ملنے پر لوگوں کو ورغلانے سے وہ مصر میں مسلمانوں پر دھاوا بول سکتے تھے۔ اسکندریہ اور مراکش کے درمیان جو علاقہ ہے اس کو بَرُقَہ کہتے ہیں۔ اس علاقے میں کئی شہر اور بستیاں آباد ہیں۔ چنانچہ عمرو بن عاص بائیس ہجری میں اپنی فوج لے کر بَرُقَہ کی طرف چلے۔ اسکندریہ سے بَرُقَہ تک کا راستہ نہایت سرسبز وشاداب اور گھنی آبادی والا تھا۔ اس لیے وہاں تک پہنچنے میں آپ کو دشمن کی کسی سازش کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور جب وہاں پہنچے تو لوگوں نے جزیہ کی ادائیگی پر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد بَرُقَہ کے لوگ خود بخود والی مصر کے پاس جاتے اور اپنا خراج جمع کرا آتے۔ مسلمانوں کی طرف سے کسی کو ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ یہ لوگ مغرب میں سب سے زیادہ سادہ لوگ تھے۔ ان کے یہاں کوئی فتنہ وفساد نہیں تھا۔

عمرو بن عاص یہاں سے نکلے تو طرابلس کی طرف بڑھے جو محفوظ و مضبوط قلعوں والا شہر تھا۔ وہاں رومی فوج کی بہت بڑی تعداد مقیم تھی۔ اس نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر اپنے قلعوں کے دروازے بند کر دیے اور مجبوراً مسلمانوں کے محاصرے کو برداشت کرنے لگے۔ یہ محاصرہ ایک ماہ تک جاری رہا لیکن مسلمانوں کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ طرابلس کے عقب میں شہر سے متصل سمندر بہتا تھا اور سمندر اور شہر کے درمیان کوئی فصیل قائم نہیں تھی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کو یہ راز معلوم ہو گیا اور پیچھے سے سمندر کی طرف سے شہر میں داخل ہو گئی۔ انہوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اب فوج کے سامنے اپنی اپنی کشتیوں میں بھاگ کر پناہ لینے کے علاوہ کوئی اَور راستہ نہیں تھا۔ وہ جونہی پیچھے بھاگے پیچھے سے عمرو بن عاصؓ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے اکثر تہ تیغ کر دیے گئے سوائے یہ کہ جو کشتیوں سے بھاگ نکلے۔ شہر میں موجود سامان اور جائیداد کو مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

طرابلس سے نمٹنے کے بعد عمرو بن عاص نے اپنی فوج کو قرب و جوار میں پھیلا دیا۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مغرب کی سمت فتوحات مکمل کر کے تیونس اور افریقہ کا رخ کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سیدنا عمر بن خطابؓ کے پاس خط لکھا جبکہ حضرت عمرؓ اسلامی لشکر کو نئے محاذ پر بھیجنے سے ہچکچاتے تھے اور خاص طور پر ایسی حالت میں جبکہ شام سے طرابلس تک تیزی سے فتوحات کے باعث مفتوحہ علاقوں کی طرف سے ابھی بالکل مطمئن نہ ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے اسلامی لشکر کو طرابلس میں ٹھہر جانے کا حکم دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ دور دراز علاقوں کی سرحدوں کو چھونے لگا۔ اسلامی سلطنت مشرق میں دریائے جیحُون اور دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں افریقہ کے صحراؤں تک اور شمال میں ایشیائے کوچک کے پہاڑوں اور آرمینیا سے لے کر جنوب میں بحرالکاہل اور نُوبَہ تک ایک عالمی ملک کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئی۔ نُوبَہ مصر کا جنوبی علاقہ ہے جو بہت وسیع وعریض ہے جس میں مختلف اقوام ادیان اور ملل اور تہذیب وتمدن نے زندگی پائی تھی۔ یعنی اسلامی حکومت نے مصر کے علاقے میں ہی نہیں بلکہ یہ جو پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر اثر تھا اور وہاں مختلف اقوام تھیں، مختلف تہذیب وتمدن تھے، ان سب نے اسلام کے سایہ عدل اور رحمت میں امن اور سکون کی زندگی گزاری۔ وہ دین اسلام جس نے اپنے عقائد اور عبادات اور تہذیب وتمدن کے مخالفین کو ہزاروں مخالفتوں کے باوجود اس دنیا میں مکمل حقوق عطا کیے اور ان کی زندگی کا پورا پورا احترام کیا۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے از محمد صلابی، صفحہ 765-766) (معجم البلدان، جلد 1 صفحہ 462 برقہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت) (معجم البلدان، جلد 5، صفحہ 357 نوبہ، دارالکتب العلمی بیروت)

جنگوں کے دوران مسلمانوں کی عبادات کا رنگ کیسا ہوتا تھا؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’دنیا میں ہر چیز قدم بہ قدم ترقی کرتی ہے۔ بڑے بڑے کام بھی یکدم نہیں ہو جایا کرتے بلکہ آہستہ آہستہ ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی سارے مسلمان تہجد نہیں پڑھتے تھے آہستہ آہستہ انہیں عادت ڈالی جا رہی تھی حتی کہ پھر وہ زمانہ آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ کے دنوں میں بھی جب کہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی‘‘ بعض دفعہ ’’چھوڑ دیتے تھے، مسلمان تہجد پڑھتے تھے۔ ممکن ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنگ کے دنوں میں تہجد کے لئے اٹھا کرتے ہوں مگر یہ ثابت ہے کہ‘‘ بعض دفعہ ’’نہیں بھی اٹھتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان جنگ کے دنوں میں بھی تہجد پڑھتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ جب ہرقل نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تو اس پر خوب بحث ہوئی اور آخر یہی فیصلہ ہوا کہ نہ مارا جائے کیونکہ مسلمانوں پر شب خون مارنا بے سود ہے۔ اس لئے کہ وہ تو سوتے ہی نہیں بلکہ تہجد پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ترقی کی علامت ہے جو ابتدا میں نہ تھی۔ شروع شروع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے لئے بہت تحریک وتحریص کی ضرورت پیش آتی تھی مگر بعد میں آہستہ آہستہ کمزور بھی اس کے عادی ہو گئے۔‘‘ (خطبات محمود، جلد 13، صفحہ 189)

خلفائے راشدین کے دور میں ہونے والی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’اسلام نے صرف مقابلہ کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ بعض مصلحتوں کے ماتحت ظلم کو برداشت کرنے کی بھی ہدایت دی ہے۔

چنانچہ جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ہے کہ اگر تمہیں کوئی شخص تھپڑ مارے تو تم بھی اسے تھپڑ مارو۔ وہاں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم مقابلہ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھو تو تم چپ رہو اور تھپڑ کا تھپڑ سے جواب مت دو۔ پس وہ دلیل جو عام طور پر ان جنگوں کے متعلق پیش کی جاتی ہے اس سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر دشمن کے الزام کا دفاع تو ہو جاتا ہے۔ یہ تو پتہ لگ جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ قیصر نے ظلم کیا۔ حضرت عمرؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ کسریٰ نے ظلم کیا۔ حضرت عثمانؓ نے ظلم نہیں کیا بلکہ افغانستان اور بخارا کی سرحد پر رہنے والے قبائل اور کردوں وغیرہ نے ظلم کیا لیکن اس امر کی دلیل نہیں ملتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا؟ حضرت عمرؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا؟ حضرت عثمانؓ نے ان کو معاف کیوں نہ کر دیا؟ جب وہ مقابلے کے لئے نکلے تھے تو وہ قیصر سے کہہ سکتے تھے کہ تمہاری سپاہ سے فلاں غلطی ہو گئی ہے اگر اس کے متعلق تمہاری حکومت ہم سے معافی طلب کرے تو ہم معاف کر دیں گے اور اگر معافی طلب نہ کرے تو ہم لڑائی کریں گے۔ انہوں نے قیصر کے سامنے یہ پیش نہیں کیا کہ تم سے یا تمہاری فوج کے ایک حصہ سے فلاں موقع پر ظلم ہوا ہے اور چونکہ ہماری تعلیم یہ بھی ہے کہ دشمن کو معاف کر دو اس لئے اگر تم معافی مانگو تو ہم معاف کرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ جب اس نے ظلم کیا وہ‘‘ (مسلمان) ’’فوراً اس کے مقابلے کے لئے‘‘ (جنگ کے لئے) ’’کھڑے ہو گئے اور پھر اس کے مقابلہ کو جاری رکھا‘‘ اس مقابلے کو جاری رکھا۔ ’’جب کسریٰ کے سپاہیوں نے عراقی سرحد پر حملہ کیا تو سیاسی طور پر اس کے بعد صحابہؓ اور کسریٰ کے درمیان جنگ بالکل جائز ہو گئی لیکن اخلاقی طور پر حضرت عمرؓ کسریٰ کو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ شاید تم نے اس حملے کا حکم نہ دیا ہو بلکہ سپاہیوں نے خود بخود حملہ کر دیا ہو اس لئے ہم اس حملہ کو نظر انداز کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ تم ہم سے معافی مانگو اور اس فعل پر ندامت کا اظہار کرو مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں دشمنوں کو یہ نہیں کہا کہ تم نے ظلم تو کیا ہے لیکن چونکہ ہمارا مذہب ظلم کی معافی کی بھی تعلیم دیتا ہے اس لئے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں بلکہ وہ فوراً اس ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور لشکر بھیجے، لڑائی کی اور پھر اس لڑائی کو جاری رکھا۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی؟‘‘ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سوائے اس کے اَور کوئی نہیں تھی کہ حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کہ جب بھی بیرونی خطرہ کم ہوا اندرونی فسادات شروع ہو جائیں گے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قیصر نے حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تا مسلمان اس مصیبت کے ذریعہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں اور اپنے اندر نئی زندگی اور نیا تغیر پیدا کریں۔ حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ کسریٰ نے حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تا کہ مسلمان غافل، سست ہو کر دنیا میں منہمک نہ ہو جائیں بلکہ ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہیں۔ حضرت عثمانؓ جانتے تھے کہ بعض قبائل نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تا کہ مسلمان بیدار ہوں اور ان کے اندر ایک نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا ہو۔‘‘ (خطبات محمود، جلد 30، صفحہ 175-176)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ بیان فرمایا تھا۔ اس بنیاد پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس میں آگے پھر یہ بھی اعلان فرمایا ہے، جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ مصائب آتے ہیں، مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے تا کہ روحانی ترقی ہو۔ اور اس اصول کو اگر ہم آج بھی یاد رکھنا چاہتے ہیں تو پھر یاد رکھیں کہ یہ مصائب اور مشکلات جو ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہونے چاہئیں اور یہی فتوحات کا پھر ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر ان باتوں میں ہم صرف ڈر کے پیچھے پیچھے رہتے رہیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں تو پھر ترقی نہیں ہو سکتی۔ ہاں جب ترقیات مل جائیں اور مصائب ختم ہو جائیں تب بھی ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے رہنا چاہیے لیکن ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے اور ہمیں اپنی روحانی ترقی اور روحانی بہتری کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہی لکھا ہے کہ اگر ہم نے اس بات کو نہیں سمجھا تو کچھ نہیں سمجھا اور یہی بات ہر ایک احمدی کے لیے آج کل بھی سمجھنے والی ہے۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے ✿ چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہوگی تجھے دُنیائے فانی ایک دن ✿ ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ایک دم بھی کَل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا ✿ جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر ✿ خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عورت کی حیثیت

عرب میں عورت کی حالت بحیثیت مجموعی اچھی نہ تھی ۔ بیشک عموماً عورت کو اپنا خاوند خود انتخاب کرنے کا اختیار تھا مگر اس اختیار کے بعد وہ عملاً بے اختیار تھی۔ ہاں ہوشیار عورتیں اپنے خاوندوں پر اچھا اثر رکھتی تھیں۔ جنگ میں عورتوں کے ساتھ جانے کا بیان کیا جا چکا ہے۔ان کا کام مردوں کو غیرت دلانا اور زخمیوں کی خبر گیری کرنا تھا۔ عورتیں شعر بھی کہتی تھیں، چنانچہ خنساء زمانہ جاہلیت کی ایک مشہور شاعرہ ہے جو بعد میں مسلمان ہوگئی تھی۔

عورتوں میں پردے کی رسم نہ تھی بلکہ وہ کھلی پھرتی تھیں۔تعدد ازدواج کی کوئی حد نہ تھی اور جتنی بیویاں کوئی شخص رکھنی چاہتا تھا رکھتا تھا۔بعض اوقات باپ کی منکوحہ پر بیٹا وارث کے طور پر قبضہ کرلیتا تھا اور دو حقیقی بہنوں سے بھی ایک وقت میں شادی کر لیتے تھے۔مگر ان باتوں کو اشرافِ عرب اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔عرب میں طلاق کا عام رواج تھا اور خاوند جب چاہتا بیوی کو الگ کر سکتا تھا۔لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی رسم بھی عرب میں تھی مگر یہ رسم خاص خاص قبائل میں تھی۔عام نہ تھی۔

لڑکیوں کو ورثہ نہ ملتا تھا اور نہ ہی بیوی کو، حتّٰی کہ اگر کسی شخص کی نرینہ اولاد نہ ہوتی تھی تو اس کے مرنے پر سب ترکہ اُس کا بھائی لے جاتا تھا اور اس کی بیوی اور لڑکیاں یُونہی خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں۔

رسوم اور رسوم پرستی

یہ ابھی بیان کیا جائے گا کہ ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں بہت سے مذاہب پائے جاتے تھے۔جو مختلف عقائد اور مختلف خیالات کے پیرو تھے۔لیکن عادات اور قومی اخلاق کے لحاظ سے تمام عرب گویا ایک قوم کے حکم میں تھا اور جو جو عادات اور اخلاق ہم نے اوپر بیان کی ہیں وہ سب میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں، چنانچہ زمانہ جاہلیت میں یثرب میں ایک یہودی رئیس فطیون تھا اس کمبخت کا یہ عام حکم تھا کہ شہر میں جس لڑکی کی بھی شادی ہو وہ پہلے اس کے گھر میں آوے۔چنانچہ مدینہ کے اکثر یہودی اپنی ناکتخدا لڑکیاں شادی کے وقت پہلے اس کے گھر بھیجتے تھے اور اس کے بعد وہ کسی اور کے واسطے جائز ہوتی تھیں۔ آخر ایک غیرت مند شخص نے فطیون کو قتل کر ڈالا۔اسی طرح اس زمانہ میں عیسائیوں کی حالت بھی بہت خراب تھی جیسا کہ میور صاحب نے بھی اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے ۔ غرض عرب میں کیا بُت پرست ، کیا یہودی اور کیا نصاریٰ سب اخلاق و عادات اور قومی خصائل کے لحاظ سے ایک ہی رنگ میں رنگین تھے اور قتل و غارت ، قمار بازی ، زنا، شراب خوری کا بازار ہر طرف گرم تھا۔

اسی طرح رسوم کی پابندی بھی سب میں مشترک تھی اور رسوم پرستی اس درجہ کی تھی کہ مذہب بھی اس کے سامنے ہیچ تھا۔عجیب عجیب رسوم ملک میں پھیلی ہوئی تھیں مثلاً ایک تقسیم بالازلام کی رسم تھی۔یعنی ایک قربانی میں دس لوگ حصہ ڈالتے تھے اور پھر اس کی تقسیم حصہ رسدی سے نہ کرتے تھے بلکہ قربانی کے تیروں سے ایک قسم کا قرعہ ڈالا جاتا تھا اور پھر اس طرح جو جو کسی کا حصہ نکلتا تھا وہ اسے مل جاتا تھا اور بعض خالی بھی رہ جاتے تھے۔ ہر تیر کا نام اور الگ الگ حصہ مقرر ہوتا تھا۔

تِیروں سے فال لینے کی رسم بھی عام تھی۔ ہر کام کرتے ہوئے تیر سے فال لیتے تھے۔کعبہ میں بھی فال کے تیر رکھے ہوئے تھے اور وہاں جا کر لوگ فال نکالتے تھے۔ پرندوں کی اڑان سے بھی فال لینے کا دستور تھا۔

ایک عجیب رسم عرب کے بعض قبائل میں یہ تھی کہ جب کسی سفر کے ارادے سے گھر سے نکلتے تھے تو اگر راستہ میں کسی وجہ سے واپس آنا پڑتا تھا،تو دروازوں کے ذریعہ اندر نہ داخل ہوتے تھے بلکہ پُشت کی طرف سے آتے تھے ۔قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ آتا ہے۔

بعض قبائل میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی آدمی مرجاتا تھا تو اس کی قبر کے پاس اس کے اونٹ کو باندھ دیتے تھے حتیٰ کہ وہ بھوک پیاس سے مرجاتا تھا۔عورتوں میں سخت نوحہ کرنے کی عادت تھی۔سال سال تک ماتم چلا جاتا تھا۔

عرب میں بالعموم عورتیں جانوروں کا دودھ نہ دوہتی تھیں اور اسے عورت کیلئے ایک عیب سمجھا جاتا تھا۔اگر کسی خاندان میں کوئی عورت ایسا کرتی دیکھی جاتی تھی تو وہ خاندان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا تھا۔

جانوروں کو بتوں وغیرہ کے نام پر یا کسی نذر وغیرہ کے نتیجہ میں آزاد چھوڑ دینے کی بھی رسم تھی اور اس تعلق میں چار قسم کے جانور زیادہ معروف تھے۔اوّل سائبہ جو ایسی اونٹنی کو کہتے تھے جس نے پے در پے دس مادہ بچے جنے ہوں۔ایسی اونٹنی پر سواری ترک کر دی جاتی تھی اور اس کا دودھ بھی سوائے مہمانوں کے استعمال کے حرام سمجھا جاتا تھا اور اس کی اون بھی نہیں کاٹی جاتی تھی۔دوسرے بحیرہ جو سائبہ اونٹنی کے گیارھویں مادہ بچہ کو کہتے تھے ۔بحیرہ کو اس کے کان درمیان میں کاٹ کر اس کی ماں کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔تیسرے حام جو ایسے اونٹ کا نام رکھا جاتا تھا جو اوپر تلے دس بچوں کا باپ ہو،اسے سانڈ کے طور پر کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا۔چوتھے وصیلہ جو ایسی بکری کو کہتے تھے جو پانچ جھولوں میں مسلسل دس مادہ بچے جنتی تھی۔ایسی بکری کی بعد کی اولاد کا گوشت صرف مرد کھاتے تھے عورتوں کے لیے حرام تھا۔البتہ اگر ان میں سے کوئی بچہ مرجاتا تھا تو اس کا گوشت عورتیں بھی کھا سکتی تھیں۔قرآن شریف میں بھی ان جانوروں کا ذکر آتا ہے۔

نکاح کے متعلق بھی عجیب عجیب رسوم رائج تھیں۔ عموماً نکاح کی صورتیں چار تھیں جن میں سب سے عجیب اور سب سے گندی صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس یکلخت چند آدمی پہنچ جاتے تھے اور وہاں یکے بعد دیگرے اپنا منہ کالا کرتے تھے اور جب وہ کوئی بچہ جنتی تھی تو پھر یہ لوگ دوبارہ اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ عورت جس شخص کے متعلق کہہ دیتی تھی کہ بچہ اس کا ہے، اسی کی طرف وہ منسوب ہوتا تھا۔مگر شرفاء کا دامن اس قسم کی بے حیائیوں سے پاک تھا۔

یہ چند رسوم صرف مثال کے طور پر لکھی گئی ہیں ورنہ عرب میں رسوم کی بے حد کثرت تھی اور عجیب عجیب رسومات کا وجود پیدا ہوگیا تھا۔اسلام نے سب گندی رسوم کو یک قلم منسوخ کر دیا۔

قدیم مذاہب عرب

عرب میں اسلام سے پہلے مختلف مذاہب کے پیرو پائے جاتے تھے،جن میں سے زیادہ ممتاز بُت پرست، دہریہ، مجوسی ، صابی، عیسائی اور یہودی تھے۔ان مذاہب میں سب سے زیادہ عام اور سارے ملک میں پھیلا ہوا بُت پرستی کا مذہب تھا جسے گویا ملک کا اصل مذہب کہنا چاہئے۔ بُت پرست اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بھی قائل تھے،مگر اس تک پہنچنے کا وسیلہ بتوں کو سمجھتے تھے لیکن اس درمیانی واسطہ میں وہ ایسے الجھے ہوئے تھے کہ اصل معبود کا خیال دل سے نکل گیا تھا۔مشترک بتوں کے علاوہ عموماً ہر قبیلہ کا اپنا اپنا خاص بُت بھی تھا۔ چنانچہ مکہ میں اساف اور نائلہ قریش کے بُت تھے، جن کے سامنے قربانیاں ذبح کی جاتی تھیں۔عزّیٰ نخلہ میں قریش اور بنو کنانہ کا مشترکہ بُت تھا۔ طائف میں لات بنوثقیف کا بُت تھا۔ منات اوس اور خزرج کا بُت تھا۔دومۃ الجندل میں وُدّ بنوکلب کا بُت تھا۔ قبیلہ ھذیل کا بُت سواع تھا۔ یغوث قبائل مذحج اور طَیّ کا بُت تھا۔نسر ذوالکلاع کا بُت تھا اور یعوق یمن میں ہمدان کا بُت تھا وغیرہ وغیرہ۔سب سے بڑا بُت ھبل تھا جو کعبہ میں نصب تھا۔ جنگ میں فتح کے موقع پر اسی کے نام کے نعرے لگتے تھے۔

عرب کے بُت پرستوں کا مذہبی مرکز کعبہ تھا جہاں انہوں نے بہت سے بُت جمع کر رکھے تھے اور عرب کے مشرک لوگ ملک کے تمام حصوں سے ہر سال حج کے واسطے مکہ میں جمع ہوتے تھے۔ یہ گویا ابراہیمی تعلیم کی ایک بقیہ نشانی تھی،مگر مراسمِ حج میں بھی ان لوگوں نے کئی قسم کی مشرکانہ باتیں شامل کر لی تھیں جو اسلام نے خارج کر دیں۔مکہ کی اس مذہبی خصوصیت کی وجہ سے مکہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ حَرم کا علاقہ تھا جہاں ہر قسم کا کشت وخون سخت ممنوع تھا۔ اسی طرح حج اور عمرہ کے لیے لوگوں کی آمدورفت میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے سال میں چار مہینے یعنی محرم ، رجب ، ذیقعدہ ، ذی الحجہ خاص عزت کے مہینے سمجھے جاتے تھے جن میں کشت وخون رُک جاتا تھا اور لوگ امن کے ساتھ اِدھر اُدھر آجا سکتے تھے۔

بُت پرستی کے علاوہ عرب میں دہریت بھی تھی۔ اس کے پیرو خدا کی ہستی ، بعث بعد الموت ، جزا سزا وغیرہ کے قائل نہ تھے۔قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔

پھر عرب میں مجوسی بھی تھے جو آتش پرست اور ستارہ پرست تھے،مگر یہ لوگ خدا کی ہستی کے بھی قائل تھے اور عبادات کا بھی ان کے مذہب میں دستور تھا۔محققین کا خیال ہے کہ یہ مذہب جو اپنی اصل کے لحاظ سے ایرانی ہے درحقیقت الہامی مذاہب میں سے تھا مگر آہستہ آہستہ بگڑ گیا۔قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔موجودہ پارسی قوم اسی مذہب کی تابع ہے۔

ایک مذہب صابی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی آتا ہے۔ یہ مذہب مجوسیت اور یہودیت کا مجموعہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوگ عام طور پر صابی کا لفظ ہر اس شخص پر بول دیتے تھے جس نے اپنا قدیم مذہب ترک کر کے توحید سے ملتا جلتا مذہب اختیار کرلیا ہو چنانچہ بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو بھی صابی کہہ کر پکارتے تھے۔

عیسائیت عرب میں ظہورِ اسلام سے بہت عرصہ پہلے داخل ہو چکی تھی اور بعض قبائل اسے اختیار کر چکے تھے۔عرب میں نجران کا علاقہ اس مذہب کا بڑا مرکز تھا۔

عرب کے یہودی ابتداءً شام کی طرف سے آئے تھے اور پھر اس کی اتباع میں بعض دوسرے قبائل بھی یہودی بن گئے تھے۔ یہود کے بڑے مرکز یثرب، خیبر اور تیما تھے۔

ایک مذہب اور تھا جو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب ہوتا تھا اور توحید کا مدعی تھا اس کا نام بعض لوگوں نے مذہب حنیفی رکھا ہوا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوائل زمانہ میں اور اس سے کچھ پہلے بعض لوگ عرب کی انتہائی بُت پرستی سے متنفر ہوکر اور آفتاب رسالت کی طلوع کرنے والی کرنوں کی پیشگی طور پر روشنی پاتے ہوئے اس مذہب کی طرف مائل تھے مگر ان کی تعداد تمام عرب میں چند نفوس سے زیادہ نہ تھی اور یہ لوگ قریباً سب کے سب مکہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمر کے چچا زاد بھائی زید بن عمرو جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تعلقات تھے انہی لوگوں میں سے تھے، مگر بعثتِ نبویؐ سے پہلے ہی انکا انتقال ہوگیا۔سعیدؓ بن زید جو مشہور صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، انہی کے صاحبزادے تھے۔ زید کو بُت پرستی سے اس درجہ نفرت تھی کہ وہ بتوں کے چڑھاوے کا کھانا تک نہ کھاتے تھے اور لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ یہ کیا چیزیں ہیں جنہیں تم پوجتے ہو۔طائف میں اُمیہ بن ابی صلت ایک مشہور شاعر اور معزز رئیس تھا وہ بھی بُت پرستی ترک کر کے مذہب حنیفی اختیار کر چکا تھا۔اُمیہ جنگِ بدر کے بعد تک زندہ رہا مگر اسلام لانا اس کی قسمت میں نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بڑے شوق سے اس کے موحدانہ اشعار سُنے اور افسوس کے ساتھ فرمایا کہ ”امیہ مسلمان ہوتے ہوتے رہ گیا۔“

ایک اور شخص ورقہ بن نوفل تھا جو حضرت خدیجہؓ کا چچا زاد بھائی تھا اور مکہ میں رہتا تھا۔ یہ بُت پرستی ترک کر کے بعد میں عیسائی ہوگیا تھا اور توریت وانجیل سے واقف تھا اور ان کا مطالعہ رکھتا تھا،مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الٰہی فرشتہ نازل ہوا تو اس نے آپؐ کی تصدیق کی اور اسی تصدیق کی حالت میں فوت ہوا۔

ایک شخص قِس بن ساعدہ جو بکر بن وائل کے علاقہ میں رہتا تھا اور نہایت فصیح وبلیغ خطیب تھا چنانچہ بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عکاظ کے میلے میں اس کا ایک خطبہ سُنا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ زمانہ نبوت میں فرماتے تھے کہ میں نے عکاظ میں قِس بن ساعدہ کا ایک خطبہ سُنا تھا جو اس نے اونٹ پر چڑھے چڑھے دیا تھا اور آپؐ اس کی فصاحت کی تعریف فرماتے تھے۔قِس بھی شِرک ترک کر کے توحید اختیار کر چکا تھا مگر اسلام سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔

ایک اور شخص عثمان بن حویرث تھا۔ یہ مکہ کا رہنے والا تھا اور بُت پرستی ترک کر کے دین حنیفی کا متبع ہوگیا تھا، لیکن بعد میں جب وہ قیصرِ روم کے دربار میں پہنچا تو عیسائی ہوگیا اور اسی مذہب پر اس کی وفات ہوئی ۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔

غرض عرب میں اسلام سے پہلے مختلف مذاہب پائے جاتے تھے مگر باوجود ان مختلف مذاہب کے عرب کا اصل اور عام مذہب بُت پرستی تھا اور دوسرے لوگ اتنے بھی نہ تھے جیسے آٹے میں نمک اور وہ بھی سخت بگڑی ہوئی اور ناکامی کی حالت میں تھے جیسا کہ خود یورپین مؤرخین کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ قدیم مذہب عرب پر ریویو کرتے ہوئے سر ولیم میور لکھتے ہیں:

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوانی کے زمانہ میں

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(433) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے ساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں خدام بھی حضور کے ساتھ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضور کی ملاقات کیلئے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے اور میرے پاس اوڑھنے کیلئے رضائی وغیرہ نہیں تھی میں نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضور رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرماویں۔ حضرت صاحب نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دُھسا ارسال فرمائے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دُھسا میرا ہے۔آپ ان میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں۔ میں نے رضائی رکھ لی اور دُھسا واپس بھیج دیا نیز مفتی صاحب نے بیان کیا کہ جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضور اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحب نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگایا جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا۔حضرت صاحب نے اس سے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے۔کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں۔اور پھر آپ نے اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔ ایک دفعہ سفر جہلم کے دوران میں جب کہ حضورؑ کو کثرت پیشاب کی شکایت تھی حضورؑ نے مجھ سے فرمایا کہ مفتی صاحب! مجھے پیشاب کثرت کے ساتھ آتا ہے کوئی برتن لائیں جس میں میں رات کو پیشاب کرلیا کروں۔ میں نے تلاش کر کے ایک مٹی کا لوٹا لا دیا جب صبح ہوئی تو میں لوٹا اُٹھانے لگا تا کہ پیشاب گرا دوں مگر حضرت صاحب نے مجھے روکا اور کہا کہ نہیں آپ نہ اُٹھائیں میں خود گرا دوں گا اور باوجود میرے اصرار کے ساتھ عرض کرنے کے آپ نے نہ مانا اور خود ہی لوٹا اُٹھا کر مناسب جگہ پیشاب کو گرا دیا۔لیکن اس کے بعد جب پھر یہ موقع آیا تو میں نے بڑے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ میں گراؤں گا جس پر حضرت صاحب نے میری عرض کو قبول کر لیا نیز مفتی صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے ایک دفعہ مجھے دو گھڑیاں عنایت فرمائیں اور کہا کہ یہ ایک عرصہ سے ہمارے پاس رکھی ہوئی ہیں اور کچھ بگڑی ہوئی ہیں آپ انہیں ٹھیک کرالیں۔اور خود ہی رکھیں۔

(434) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ اوائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلک کے قلم سے لکھا کرتے تھے اور ایک وقت میں چار چار پانچ پانچ قلمیں بنوا کر اپنے پاس رکھتے تھے تا کہ جب ایک قلم گھس جاوے تو دوسری کیلئے انتظار نہ کرنا پڑے کیونکہ اس طرح روانی میں فرق آتا ہے لیکن ایک دن جب کہ عید کا موقعہ تھا میں نے حضور کی خدمت میں بطور تحفہ دو ٹیڑھی نبیں پیش کیں۔اس وقت تو حضرت صاحب نے خاموشی کے ساتھ رکھ لیں لیکن جب میں لاہور واپس گیا تو دو تین دن کے بعد حضرت کا خط آیا کہ آپ کی وہ نبیں بہت اچھی ثابت ہوئی ہیں۔اور اب میں انہیں سے لکھا کروں گا۔آپ ایک ڈبیہ ویسی نبوں کی بھیج دیں۔ چنانچہ میں نے ایک ڈبیہ بھجوا دی اور اس کے بعد میں اسی قسم کی نبیں حضور کی خدمت میں پیش کرتا رہا۔لیکن جیسا کہ ولایتی چیزوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد مال میں کچھ نقص پیدا ہو گیا اور حضرت صاحب نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ اب یہ نب اچھا نہیں لکھتا جس پر مجھے آئندہ کیلئے اس ثواب سے محروم ہو جانے کا فکر دامنگیر ہوا اور میں نے کارخانہ کے مالک کو ولایت میں خط لکھا کہ میں اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں تمہارے کارخانہ کی نبیں پیش کیا کرتا تھا لیکن اب تمہارا مال خراب آنے لگا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ حضرت صاحب اس نب کے استعمال کو چھوڑ دیں گے اور اس طرح تمہاری وجہ سے میں اس ثواب سے محروم ہو جاؤں گا اور اس خط میں میں نے یہ بھی لکھا کہ تم جانتے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کون ہیں؟ اور پھر میں نے حضور کے دعاوی وغیرہ کا ذکر کر کے اس کو اچھی طرح تبلیغ بھی کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا جواب آیا جس میں اس نے معذرت کی اور ٹیڑھی نبوں کی ایک اعلیٰ قسم کی ڈبیا مفت ارسال کی جو میں نے حضرت کے حضور پیش کر دی اور اپنے خط اور اسکے جواب کا ذکر کیا۔حضور یہ ذکر سن کر مسکرائے مگر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو اس وقت حاضر تھے ہنستے ہوئے فرمانے لگے کہ جس طرح شاعر اپنے شعروں میں ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف گریز کرتا ہے اس طرح آپ نے بھی اپنے خط میں گریز کرنا چاہا ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں نبوں کے پیش کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے دعاوی کا ذکر شروع کر دیا لیکن یہ کوئی گریز نہیں ہے بلکہ زبردستی ہے۔

(435) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ نماز استسقاء ہوئی تھی جس میں حضرت صاحب بھی شامل ہوئے تھے اور شاید مولوی محمد احسن صاحب مرحوم امام ہوئے تھے۔لوگ اس نماز میں بہت روئے تھے مگر حضرت صاحب میں چونکہ ضبط کمال کا تھا اس لئے آپ کو میں نے روتے نہیں دیکھا اور مجھے یاد ہے کہ اسکے بعد بہت جلد بادل آ کر بارش ہو گئی تھی۔ بلکہ شاید اسی دن بارش ہو گئی تھی۔

(436) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف ایک دفعہ روتے دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ خدام کے ساتھ سیر کیلئے تشریف لے جا رہے تھے اور ان دنوں میں حاجی حبیب الرحمن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب وہیں راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر میں نے بہت غور سے دیکھا مگر میں نے آپ کو روتے نہیں پایا۔ حالانکہ آپ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت کم روتے تھے اور آپ کو اپنے آپ پر بہت ضبط حاصل تھا اور جب کبھی آپ روتے بھی تھے تو صرف اس حد تک روتے تھے کہ آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔اس سے زیادہ آپ کو روتے نہیں دیکھا گیا۔

(437) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں الہ دین عرف فلاسفر نے جن کی زبان کچھ آزاد واقع ہوئی ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی کچھ گستاخی کی جس پر حضرت مولوی صاحب کو غصہ آ گیا اور اُنہوں نے فلاسفر کو ایک تھپڑ مار دیا۔اس پر فلاسفر صاحب اور تیز ہو گئے اور بہت برا بھلا کہنے لگے جس پر بعض لوگوں نے فلاسفر کو خوب اچھی طرح زدوکوب کیا۔اس پر فلاسفر نے چوک میں کھڑے ہو کر بڑے زور سے رونا چلانا شروع کر دیا اور آہ وپکار کے نعرے بلند کئے۔ یہ آواز اندرون خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کانوں تک بھی جا پہنچی اور آپ بہت سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ آپ نماز مغرب سے قبل مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار تھے اور آپ مسجد میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے اس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بھی موجود تھے۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس طرح کسی کو مارنا بہت ناپسندیدہ فعل ہے اور یہ بہت بُری حرکت کی گئی ہے۔مولوی عبدالکریم صاحب نے فلاسفر کے گستاخانہ رویہ اور اپنی بریت کے متعلق کچھ عرض کیا مگر حضرت صاحب نے غصہ سے فرمایا کہ نہیں یہ بہت ناواجب بات ہوئی ہے۔جب خدا کا رسول آپ لوگوں کے اندر موجود ہے تو آپ کو خود بخود اپنی رائے سے کوئی فعل نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا وغیرہ ذلك۔حضرت صاحب کی اس تقریر پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رو پڑے اور حضرت صاحب سے معافی مانگی اور عرض کیا کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں اور اسکے بعد مارنے والوں نے فلاسفر سے معافی مانگ کر اسے راضی کیا اور اسے دودھ وغیرہ پلایا۔

(438) **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔میاں فخر الدین صاحب ملتانی ثم قادیانی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب 1907ء میں حضرت بیوی صاحبہ لاہور تشریف لے گئیں تو ان کی واپسی کی اطلاع آنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو لانے کیلئے بٹالہ تک تشریف لے گئے۔میں نے بھی مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم کے واسطے سے حضرت صاحب سے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت حاصل کی اور حضرت صاحب نے اجازت عطا فرمائی مگر مولوی صاحب سے فرمایا کہ فخر الدین سے کہہ دیں کہ اور کسی کو خبر نہ کرے اور خاموشی سے ساتھ چلا چلے،بعض اور لوگ بھی حضرت صاحب کے ساتھ ہم رکاب ہوئے۔حضرت صاحب پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے جسے آٹھ کہار باری باری اُٹھاتے تھے۔قادیان سے نکلتے ہی حضرت صاحب نے قرآن شریف کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا اور سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع فرمائی اور میں غور کے ساتھ دیکھتا گیا کہ بٹالہ تک حضرت صاحب سورۃ فاتحہ ہی پڑھتے چلے گئے اور دوسرا ورق نہیں اُلٹا۔راستہ میں ایک دفعہ نہر پر حضرت صاحب نے اتر کر پیشاب کیا اور پھر وضو کر کے پالکی میں بیٹھ گئے اور اس کے بعد پھر اسی طرح سورۃ فاتحہ کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔بٹالہ پہنچ کر حضرت صاحب نے سب خدام کی معیت میں کھانا کھایا اور پھر سٹیشن پر تشریف لے گئے جب حضرت صاحب سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی آ چکی تھی اور حضرت بیوی صاحبہ گاڑی سے اُتر کر آئی ہوئی تھیں اور حضرت صاحب کو اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔حضرت صاحب بھی بیوی صاحبہ کو دیکھتے پھرتے تھے کہ اتنے میں لوگوں کے مجمع میں حضرت بیوی صاحبہ کی نظر حضرت صاحب پر پڑ گئی اور انہوں نے ’’محمود کے ابا‘‘ کہہ کر حضرت صاحب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر حضرت صاحب نے سٹیشن پر ہی سب لوگوں کے سامنے بیوی صاحبہ کے ساتھ مصافحہ فرمایا اور ان کو ساتھ لے کر فرودگاہ پر واپس تشریف لے آئے۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

بقیہ سیرۃ خاتم النّبیینؐ از صفحہ 12

عرب ایک بندھی لیک پر چلنے والے لوگ تھے اور ملک کی حالت ہر قسم کے تغیر و اصلاح کے سخت مخالف تھی بلکہ اس کی تمام تاریخ میں شاید اس زمانہ سے بڑھ کر کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ جب اس کی اصلاح اس وقت سے زیادہ مشکل اور مایوس کُن ہو......عیسائی مذہب کی پانچ سو سال کی تبلیغی کوششوں کا یہی نتیجہ تھا کہ ملک میں خال خال عیسائی نظر آتے تھے اور بس۔ یہودی مذہب زیادہ طاقتور تھا۔ لیکن ایک تبلیغی مذہب کے طور پر وہ بھی اب گویا بالکل رہ چکا تھا،لیکن بُت پرستی اور بنو اسمٰعیل کے توہمانہ اعتقادات کا دریا ہر سمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ کی دیواروں سے آ آ ٹکراتا تھا۔‘‘

یہ حالت صرف عرب ہی کی نہ تھی بلکہ یہ وقت ساری دنیا پر ایک سخت تاریکی کا وقت تھا اور تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور گمراہی چاروں طرف اپنا دامن پھیلائے ہوئے تھی۔ اسی طرف یہ آیتِ قرآنی اشارہ کرتی ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ’’یعنی اس وقت خشکی اور تری ہر دو میں فساد ظاہر ہو چکا ہے‘‘

یعنی الہام الٰہی پر بنیاد رکھنے والے مذاہب بھی خراب ہو چکے ہیں اور وہ مذاہب بھی جن کی بنیاد الہام پر نہیں ہے۔اب دیکھو کہ جب دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے تو سورج نکلتا ہے اور جب زمین تپ جاتی ہے تو وہ بارش کو کھینچتی ہے تو کیا روحانی اندھیرے کے بعد روحانی سورج نہ نکلتا؟ اور کیا روحانی زمین کی تپش روحانی بارش کو نہ کھینچتی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ’’یعنی اللہ تعالیٰ رات اور دن کی حالت کو آپس میں بدلتا رہتا ہے‘‘

نیز فرماتا ہے: اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ’’جان لو! اس وقت وہ زمین کو زندہ کر رہا ہے بعد اس کے کہ وہ مر چکی تھی‘‘

پس ناگہاں اس تاریکی کے زمانہ میں ایک سورج نکلا جس نے اپنی شعاعوں سے اطرافِ عالم میں اُجالا کر دیا اور اس شدید گرمی کے وقت میں اچانک ایک بادل اُٹھا جس نے پیاسی زمین پر رحمت کی بارشیں برسائیں اور ندی نالے جو خشک پڑے تھے پانی سے بہہ نکلے۔ یہ سورج کس اُفق سے طلوع ہوا اور کس طرح نصف النہار پر پہنچا اور یہ بادل کس دامنِ کوہ سے اُٹھا اور کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا؟ ان سوالات کا جواب انشاءاللہ ذیل کے اوراق میں ملے گا۔وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ، صفحہ 59 تا 64، مطبوعہ 2006 قادیان)

......☆......☆......☆......

قرآن وحدیث نے کسی گستاخ رسول کو اس دنیا میں سزا دینے کا کسی انسان کو اختیار نہیں دیا

خود آنحضرت ﷺ نے بھی کسی گستاخ رسول کو سزا نہیں دی اور اگر کسی بدبخت کی ایسی گستاخی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے محبّ رسول نے اس شخص کو سزا دینے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے انہیں بھی اسکی اجازت نہیں دی

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے اہم سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

(قسط13)

سوال ایک خاتون نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جنگ جمل کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ اور اس کی حقیقت دریافت کی۔ نیز لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر بے رحمی سے ہاتھ اٹھایا تھا، جس کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ان باتوں میں کس حد تک صداقت ہے؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 21/نومبر 2019ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لگایا جانے والا الزام بالکل لغو، ناحق اور واقعات اور حقائق کے برخلاف ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضور ﷺ کی وفات کے بعد چند ماہ تک زندہ رہیں اور یہ عرصہ بھی زیادہ تر ان کی بیماری کی حالت میں ہی گزرا۔ پھر حضرت فاطمہؓ تو حضور ﷺ کی حقیقی اولاد تھیں۔ ان کے ساتھ حضرت عمرؓ کا ایسا سفاکانہ رویہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ حضرت عمرؓ حضور ﷺ سے تعلق رکھنے والے غیر لوگوں سے بھی بے انتہا محبت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے مجھے اسامہ بن زیدؓ سے کم وظیفہ کیوں دیا ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اسامہؓ رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ پیارا تھا اور اسکا باپ (یعنی حضرت زیدؓ بن حارثہ) رسول اللہ ﷺ کو تمہارے باپ (یعنی حضرت عمرؓ) سے زیادہ پیارا تھا، اس لیے میں نے اسے تم سے زیادہ وظیفہ دیا ہے۔

پس وہ شخص جو حضور ﷺ کے ایک غلام کے بیٹے کو اپنے حقیقی بیٹے پر اس قدر ترجیح دیتا ہو، اس پر یہ الزام لگانا کہ اس نے حضور ﷺ کی حقیقی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا، کسی طرح بھی درست نہیں۔ اور یہ معاندین حضرت عمرؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ پر سراسر جھوٹا الزام ہے۔ جہاں تک جنگ جمل کی حقیقت ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جنگ دو مسلمان گروہوں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے لشکروں کے درمیان ہوئی اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ مسلمانوں میں کوئی لڑائی ایسی خونریز نہیں ہوئی اور بہت سے مسلمان اور بڑے بڑے جرنیل اور بہادر اس جنگ میں مارے گئے۔ لیکن اس ساری کارروائی کے پیچھے انہیں مفسدوں اور شریر لوگوں کا ہاتھ تھا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے بعد مدینہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہ جنگ بھی انہیں مفسدوں نے دو مسلمان گروہوں میں غلط فہمیاں پیدا کر کے اور کئی شرارتوں کو خود شروع کر کے بھڑکائی تھی۔ اس موضوع پر حضرت مصلح موعودؓ نے ''واقعات خلافت علوی'' میں نہایت سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اسے بھی پڑھیں۔

سوال مساجد میں نمازوں کیلئے بچوں کے اذان دینے کے بارے میں ایک دوست نے محترم مفتی سلسلہ صاحب سے حاصل کردہ فتوے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کر کے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ چھوٹے بچوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 25/دسمبر 2019ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب اس مسئلہ پر محترم مفتی صاحب کا جواب بالکل درست ہے اور مجھے اس سے اتفاق ہے۔ اگر اذان دینے والے کیلئے بھی کوئی شرائط ہوتیں تو حضور ﷺ ضرور ان کی طرف بھی ہمیں توجہ دلاتے جیسا کہ آپؐ نے نماز کی امامت کروانے والے کیلئے کئی شرائط بیان فرمائی ہیں لیکن اذان کے بارے میں حضور ﷺ نے صرف اس قدر فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے ایک شخص اذان دے۔ اور اذان دینے والے کیلئے آپ نے کوئی شرائط بیان نہیں فرمائیں۔ پس اذان دینا ایک ثواب کا کام ہے لیکن یہ ایسی ذمہ داری نہیں کہ اس کیلئے غیر معمولی شرائط بیان کی جاتیں بلکہ ہر وہ شخص جس کی آواز اچھی ہو اور اسے اذان دینی آتی ہو وہ اس ڈیوٹی کو سرانجام دے سکتا ہے۔

بچوں کو اذان دینے کا موقعہ دینے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ان میں دین کے کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ جو ایک بہت اچھی بات ہے۔ میں خود بھی یہاں مسجد مبارک میں مختلف بچوں سے اذان دلواتا ہوں۔

نوٹ از مرتب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب میں محترم مفتی سلسلہ صاحب کے جس فتوے کی توثیق فرمائی ہے، وہ فتویٰ بھی قارئین کے استفادہ کیلئے ذیل میں درج کیا جارہا ہے: استفتاء: اذان دینے کیلئے کم از کم عمر کیا ہے؟ کیا بچہ اذان دے سکتا ہے؟ فتویٰ از مفتی صاحب: مؤذن کیلئے عمر کی کوئی قید ہمیں شریعت میں نہیں مل سکی۔ لہٰذا اگر کوئی بچہ درست طریق پر اذان دینے کی اہلیت رکھتا ہے تو وہ اذان دے سکتا ہے۔

سوال ایک خاتون نے عورتوں کے بال کٹوانے اور ان بالوں کو کینسر کے کسی غیر مسلم مریض کو Donate کرنے کے بارے میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں استفسار کیا۔ حضور انور نے اپنے مکتوب مورخہ 25/دسمبر 2019ء میں اس سوال کا حسب ذیل جواب عطا فرمایا:

جواب بغرض ضرورت عورتوں کے بال کٹوانے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ حج اور عمرہ کی تکمیل پر عورتیں اپنے بال کاٹ کر ہی احرام کھولتی ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ صحابیات بغرض ضرورت اپنے بال کٹوایا کرتی تھیں۔ البتہ عورتوں کو حلق یعنی سر منڈوانے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس عورتوں کو مردوں کی طرز پر بال نہیں کٹوانے چاہئیں۔ لیکن اگر زینت کی خاطر مناسب حد تک بال کٹوائے جائیں جس میں مردوں سے مشابہت پیدا نہ ہوتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کسی مریض کو بال Donate کرنا ثواب کا کام ہے۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ جب علاج کے سلسلے میں ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا خون اور دیگر اعضاء بطور عطیہ دے سکتا ہے تو بال کیوں نہیں دے سکتا۔

سوال ایک دوست نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں گستاخ رسول کی سزا، قرآن وحدیث کو حفظ کرنے، درود شریف اور دیگر ذکر واذکار، مختلف دعاؤں اور قرآنی سورتوں کو گن کر پڑھنے کی بابت بعض استفسارات بھجوا کر ان کے بارے رہنمائی چاہی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 25/دسمبر 2019ء میں ان سوالوں کے درج ذیل جوابات ارشاد فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا:

جواب قرآن وحدیث نے کسی گستاخ رسول کو اس دنیا میں سزا دینے کا کسی انسان کو اختیار نہیں دیا۔ خود آنحضرت ﷺ نے بھی کسی گستاخ رسول کو سزا نہیں دی اور اگر کسی بدبخت کی ایسی گستاخی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے محب رسول نے اس شخص کو سزا دینے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے انہیں بھی اسکی اجازت نہیں دی۔ اپنے آقا ومطاع کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی تعلیم بیان فرمائی ہے۔

اسکے ساتھ اسلام نے دنیا کے مختلف ادیان کے ارباب حل وعقد اور دیگر اولوالامر کیلئے یہ رہنمائی بھی بیان فرمائی ہے کہ کسی کے مذہب اور ان کی قابل احترام شخصیات کا اس طرح ذکر نہ کیا جائے جو اس مذہب کے ماننے والوں کیلئے تکلیف کا باعث ہو۔ پس ایک طرف اسلام نے اس دنیا میں کسی انسان کو کسی گستاخ رسول کو سزا دینے کی اجازت نہیں دی تو دوسری طرف یہ تعلیم بھی دی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے مذہب اور ان کے پیشواؤں کا نامناسب الفاظ میں ذکر نہ کرے۔

(2) قرآن کریم اور احادیث کو حفظ کرنے کا بہترین طریق انہیں توجہ اور کثرت کے ساتھ پڑھنا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی اسی قسم کی شکایتوں پر حضور ﷺ نے انہیں، ان امور کی طرف توجہ کرنے اور انہیں مسلسل اور کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔

(3) درود شریف میں انہماک پیدا کرنے کا بھی یہی طریق ہے کہ محبت اور لگن کے ساتھ اس کا کثرت سے ورد کیا جائے۔ جس طرح ہم اپنے دوسرے کاموں میں دلچسپی لیتے اور ان کی طرف توجہ کرتے ہیں، اگر ان نیک کاموں میں بھی یہی محبت اور دلچسپی پیدا کریں تو ان شاء اللہ ضرور مقصود حاصل ہوگا۔

درود شریف کا کثرت سے ورد یقیناً بہت بابرکت ہے اور انسان کی ہر دعا حضور ﷺ پر درود کی بدولت ہی اللہ تعالیٰ کے حضور رسائی پاتی ہے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اگر صرف درود شریف ہی پڑھنا ہر انسان کیلئے کافی ہوتا اور یہ چیز اسے باقی دعاؤں سے مستغنی کر دیتی تو مختلف مواقع پر حضور ﷺ خود درود شریف کے علاوہ دیگر دعائیں کیوں پڑھتے؟ اور دیگر صحابہ وصحابیات کو مختلف قسم کی دعائیں کیوں سکھاتے؟ چنانچہ احادیث میں بہت سی ایسی دعاؤں کا ذکر ملتا ہے، جو حضور ﷺ نے خود بھی کیں اور صحابہ اور صحابیات کو بھی سکھائیں اور یہی طریق آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہمیں نظر آتا ہے۔ آنحضور ﷺ کے ارشاد إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی بنا پر اگر کوئی شخص اس نیت سے کہ درود بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول کیلئے ایک وسیلہ ہے، اس حسن ظنی سے اپنی تمام مناجات آنحضور ﷺ پر درود بھیجنا ہی بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی اس نیت اور حسن ظنی کے مطابق اس سے سلوک کرے گا، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔ احادیث میں مختلف درود بیان ہوئے ہیں اور علمائے امت میں بھی مختلف قسم کے درود رائج رہے ہیں، اور انہوں نے ان کے مختلف نام بھی رکھے ہوئے ہیں، جن میں سے بعض تفصیلی درود ہیں اور بعض مختصر ہیں۔ زیادہ برکت کا باعث اور مبارک درود تو یقیناً وہی ہے جو آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا اور آپؐ نے اپنے صحابہ کو سکھایا۔ ان امور میں اصل چیز تو انسان کی نیت، محبت اور توجہ ہے کہ کس طور پر وہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنا چاہتا ہے۔ پس جس نیت، محبت اور توجہ سے وہ ان امور کو سرانجام دے گا اللہ تعالیٰ تک اس کی یہ نیت اور خلوص یقیناً پہنچ جاتا ہے۔

(4) احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے بعض احکامات سائل کی نفسیات کو سامنے رکھ کر بیان فرمائے ہیں، اسی لیے ایک ہی قسم کے سوال پر آپ کی طرف سے مختلف جواب بھی بیان ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے جس شخص میں جیسی کمی محسوس کی اسکی اسی کے مطابق رہنمائی فرمائی۔ اس لیے بعض دعاؤں اور ذکر و اذکار کو گن کر کرنے کا بھی احادیث میں ذکر ملتا ہے۔ جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کم از کم اس قدر تو ضرور ان دعاؤں اور ذکر و اذکار کو بجالاؤ۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے کہ دعاؤں اور ذکر و اذکار کو صرف طوطے کی طرح پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو پانے کیلئے ان دعاؤں اور ذکر واذکار میں بیان اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا، ان کے مطابق عمل کرنا اور دیگر نیکیاں بجالانا بھی لازمی ہے۔ سورۃ الفاتحہ کو کثرت سے پڑھنے والا جب تک اس سورت میں بیان الٰہی صفات میں رنگین ہونے کی کوشش نہیں کرے گا اور قرآنی ہدایت صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً اور حدیث رسول ﷺ تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللهِ کا جامہ زیب تن نہیں کرے گا، صرف زبانی ذکر واذکار سے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ علم لدنی کے حصول کا بھی یہی ذریعہ ہے کیونکہ اسی طریق پر انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اسکے پیار کو جذب کر سکتا ہے۔

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ لجنہ اماء اللہ ہالینڈ کی Virtual ملاقات مورخہ 22/اگست 2020ء میں لجنہ کی طرف سے پردہ کے متعلق ہونے والے ایک سوال کا جواب عطا فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جواب یہ پردہ صرف جماعت احمدیہ کا حکم نہیں ہے۔ ناصرات میں بھی اور لجنہ میں بھی یہ تربیت ہونی چاہئے کہ پردہ کا حکم جو ہے یہ قرآن کریم کا حکم ہے، اللہ اور رسول کا حکم ہے۔ اس لیے جماعت نے وہ کام کرنے ہیں جو اللہ اور رسول نے فرمائے ہیں اور یہ ایسے حکم ہیں، جن کا ذکر

ہے، واضح حکم ہیں۔ قرآن کریم میں جو بعض خاص باتیں ہیں، اہم، کھلی کھلی واضح ہدایات، احکامات ان میں ایک پردہ کا حکم ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ اس میں اگر صرف یہ ہوتا کہ کسی چیز سے استنباط کیا جاتا یا کسی چیز سے سمجھا جاتا، اس کو Interpret کیا جاتا کہ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے تو پھر گنجائش نکل سکتی تھی کہ لڑکیاں سمجھیں یا عورتیں سمجھیں کہ ہاں یہاں پردہ کی اجازت ہے اور یہاں نہیں ہے۔ لیکن جب واضح حکم آ گیا تو پھر ہم نے اس حکم پہ عمل کرنا ہے اور کروانا ہے۔ یہ باتیں اچھی طرح لڑکیوں کے دماغوں میں ڈال دیں تو پردہ کی طرف بھی توجہ پیدا ہو گی۔ اصل چیز یہ پیدا کریں کہ حیا ایمان کا حصہ ہے، حدیث ہے۔ جب حیا پیدا ہو جائے گی تو خودبخود پردہ کی طرف بھی توجہ پیدا ہو جائے گی۔ چاہے وہ یونیورسٹی میں پڑھنے والی لڑکی ہے، وہ اپنے حیا کے دائرہ میں رہے گی، اپنے لباس کا خیال رکھے گی اور پھر پردہ کا بھی خیال رکھے گی۔

سوال اسی ملاقات میں ایک ممبر لجنہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ممبرات لجنہ کے اخباروں میں لکھنے کیلئے کونسے اقدامات کیے جاسکتے ہیں؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب جو بھی Contemporary Issues آتے ہیں اور اخباروں میں مضمون لکھے جاتے ہیں۔ یا آپ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ آجکل سوشل میڈیا پہ یا کہیں یہ ڈسکس ہو رہے ہیں۔ اس کیلئے آپ سوشل میڈیا پر، لجنہ کی ویب سائٹ پر جواب دیں تا کہ Awareness ہو۔ ہر ایک کو پتہ لگے کہ یہ اسکا اصل جواب ہے، اصل چیز یہ ہے۔ اسی طرح جو لکھنے والی ہیں ان Issues کے اوپر اسلام کے دفاع کیلئے اخباروں میں لکھیں کہ تم لوگ کہتے ہو کہ اسلام یہ کہتا ہے، یہ کہتا ہے۔ جبکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے۔ تو جتنی لکھنے والیاں ہیں ان کو Encourage کریں کہ سوشل میڈیا پر جو مختلف Topics آتے ہیں ان Topics کو ہی لینا ہے تا کہ Attraction پیدا ہو۔ زیادہ سے زیادہ لوگ پڑھیں اور توجہ دیں اور آپ کی طرف توجہ ہو۔ مغرب میں عورتوں کے Issues کے اوپر اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ عورت کو آزادی نہیں ہے، عورت کو پردہ کی Restrictions ہیں، عورت کو فلاں پابندی میں رکھا جاتا ہے، عورت پر فلاں ظلم کیا جاتا ہے۔ اس پر عورتوں کو ہی لکھنا چاہئے کہ تم یہ کہتے ہو۔ میں ایک عورت ہوں، میں نے یہ یہ لکھا ہے۔ یہاں یوکے میں بھی لجنہ لکھتی ہے اور اسکا اچھا اثر ہوتا ہے۔ بجائے اسکے کہ مرد جواب دیں، عورتیں اس کا جواب دیں تو زیادہ اچھا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے اپنی ایک ٹیم بنائیں۔ اس کا علم بھی آپ کو ہونا چاہئے۔ اسلامی تعلیم کا علم بھی ہونا چاہئے اور جب لکھیں تو تیاری کر کے باقاعدہ Facts and Figures کے لحاظ سے لکھنا چاہئے تا کہ اگلے کو Impress بھی کر سکیں۔

سوال اسی ملاقات میں ایک ممبر لجنہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہالینڈ میں ابھی بہت کم ممبرات لجنہ ایسی ہیں جو Independently اچھا لکھ سکتی ہیں، اس کے لیے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب جو کم ہیں ان کو Guide کریں تو وہ تو تیار ہو جائیں گی ناں؟ جب ایک ٹیم دو کی، چار کی، چھ کی، آٹھ کی جتنی بھی ہیں وہ تیار ہو جائیں گی تو ان کو دیکھ دیکھ کے پھر مزید اور بھی تیار ہوتی رہیں گی۔ کم یا زیادہ کا سوال نہیں۔ کام کرنے والا تو ایک بھی ہو تو انقلاب آ جاتا ہے۔ تو جب جواب دیں گی تو خود ہی لوگ جواب لینے کیلئے آپ کے پیچھے پڑیں گے۔ پھر آپ مزید جواب لکھنا شروع کر دیں گی۔ اور پھر دوسروں کو بھی Encouragement ہو جائے گی کہ ہم بھی شامل ہوں، ہم بھی لکھیں۔ کسی بھی چیز کو کرنے کیلئے یا لوگوں کو ابھارنے کیلئے کوئی Incentive ہوتا ہے تو وہ Incentive یہی ہے کہ جب دو چار کے نام اخباروں میں آئیں گے تو باقیوں کو بھی شوق پیدا ہو گا کہ ہمارا بھی نام آئے، ہم بھی لکھنے کی کوشش کریں۔ پھر آہستہ آہستہ اور بڑھتی جائیں گی۔

سوال لجنہ اماء اللہ ہالینڈ کی اسی 22/اگست 2020ء کی Virtual ملاقات میں ایک ممبر لجنہ نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستار ہے اور بچوں کے رشتے کرتے وقت جب ہم لڑکا لڑکی یا ان کے خاندان کے بارے میں تحقیق کرواتے ہیں تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ اس پر حضور انور نے فرمایا:

جواب اللہ تعالیٰ ستّار تو ہے اور اللہ تعالیٰ ستّاری کو پسند کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عیب اگر کسی کو پتہ لگ جائیں تو وہ لوگوں کو بتانے نہیں چاہئیں اور پردہ پوشی کرنی چاہئے۔ لیکن رشتہ کے بارے میں قرآن کریم کا یہ بھی حکم ہے کہ قول سدید سے کام لو۔ جو بھی رشتہ ہے، لڑکے اور لڑکی میں جو بھی نقص ہیں، باتیں ہیں انکا ایک دوسرے کو پتہ لگنا چاہئے۔ بالکل سچائی سے کام لو، کوئی اینچ پینچ نہ ہوتا کہ بعد میں رشتہ میں دراڑیں نہ پڑیں۔ اس لیے ہر بات کھل کے بتا دینی چاہئے۔ رشتہ کا معاملہ بڑا Sensitive معاملہ ہے۔ بعد میں لڑائیاں ہوتی ہیں، باتیں ہوتی ہیں کہ ہمیں یہ نہیں بتایا، وہ نہیں بتایا۔ تو اس لیے بہتر ہے کہ رشتہ کرتے ہوئے یہ ساری باتیں بتاؤ اور قرآن کریم کی نکاح کی آیات جو ہیں ان میں اسی لیے قول سدید کے بارے میں زور دیا گیا ہے۔ ستاری کا ایک حکم اپنی جگہ ہے وہ یہ ہے کہ تم نے کسی کے عیب ظاہر نہیں کرنے۔ تم جو رشتہ بتا رہے ہو تو یہ بتا دو کہ یہ رشتہ ہے۔ باقی اگر آپ کو اس کے بارے میں کوئی کمزوری کا پتہ بھی ہے، جس کا رشتہ تجویز کر رہے ہیں تو یہ بتا دیں کہ یہ رشتہ ہے تم لوگ خود ہی آپس میں بیٹھو، ملو، دیکھو، دعا کرو اور پھر فیصلہ کرو۔ اگر آپ نے ستاری کرنی ہے تو یہ ہے۔ نہ یہ ہے کہ رشتہ بتانے سے پہلے آپ اس کو یہ کہہ دیں کہ اس میں تو یہ نقص ہے، یہ نقص ہے، یہ نقص ہے اور اس کا رشتہ ہی نہ ہو۔ کہہ دیں یہ رشتہ ہے، تجویز ہے۔ اس میں اچھائیاں کیا ہیں، برائیاں کیا ہیں؟ یہ تم لوگ خود مل کے بیٹھ کے دیکھو اور اگر تم لوگوں کو پسند آتا ہے تو کر لو، پھر دعا کر کے فیصلہ کرو۔ اصل چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کونسا رشتہ کس کیلئے بہتر ہے۔ اس لیے دعا کر کے فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ استخارہ بھی کرنا چاہئے۔ استخارہ کا مطلب خیر مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنی چاہئے کہ اس رشتہ میں خیر ہے تو میرے لیے بہتری ہو اور آسانی سے رستے کھل جائیں۔ اور اگر اس رشتہ میں خیر نہیں ہے تو اس رشتہ میں میرے لیے روک پڑ جائے۔ تو ستاری کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ رشتہ کرتے ہوئے جو حقائق ہیں وہ بھی نہ بتائے جائیں۔ اگر آپس میں دونوں فریق مل بیٹھتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ قول سدید سے کام لیتے ہوئے آپس میں جو بھی اچھائیاں برائیاں ہیں۔ ایک دوسرے کا پتہ لگنا چاہیے۔ ہر ایک شخص Perfect نہیں ہوتا، ہر ایک میں برائیاں بھی ہوتی ہیں اچھائیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ برائیوں کا اعلان کرتے پھرو۔ لیکن اگر کوئی ایسی بات ہے جس سے بعد میں رشتہ میں دراڑ پڑنے کا خطرہ ہو، ٹوٹنے کا خطرہ ہو تو بہتر ہے کہ وہ برائی یا وہ بات پہلے ہی بتا دو۔ کوئی کمزوری ہے، کوئی بیماری ہے، کسی لڑکی میں اگر اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں یا کسی مرد میں کوئی کمزوری ہے تو وہ پہلے ہی ایک دوسرے کو پتہ لگ جانی چاہیے تا کہ بعد میں مسائل پیدا نہ ہوں۔

(ظہیر احمد خان، مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 9/اپریل 2021)

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10397: مَیں Shaihla زوجہ مکرم حامد علی صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 42 سال تاریخ بیعت 2007، ساکن محلہ احمدیہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 3/ستمبر 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 45.870 گرام 22 کیریٹ، حق مہر -/35,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: قریشی محمد رحمت اللہ — الامۃ: Shaihla — گواہ: محمود فانی

مسل نمبر 10399: میں نتاشہ بنت مکرم محمد اکرم صاحب، قوم احمدی مسلمان طالبہ علم عمر 24 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: یو.اے.اِی، مستقل پتا: کنور صوبہ کیرالہ (انڈیا)، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 13/اپریل 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 100AED ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: امتہ الساجدہ امان — الامۃ: نتاشہ اکرم — گواہ: محمد اکرم

مسل نمبر 10400: مَیں امتہ الساجدہ اکرم زوجہ مکرم محمد اکرم صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 56 سال پیدائشی احمدی، موجودہ پتا: متحدہ عرب امارات، مستقل پتا: کنور صوبہ کیرالہ (انڈیا) بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 10/جون 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ ایک مکان بمقام صوبہ کیرالہ (خاوند کے ساتھ مشترک) زیورات وزن 80 گرام۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار AED 3975 ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: محمد اکرم — الامۃ: ساجدہ اکرم — گواہ: عبد الشکیل

مسل نمبر 10401: مَیں نزہت الماس زوجہ مکرم ناصر احمد خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانگی ملازمت عمر 38 سال پیدائشی احمدی، ساکن نرسمہا نگر کالونی (کنچن باغ) حیدرآباد صوبہ تلنگانہ، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 4/جولائی 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/60,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از خانگی ملازمت ماہوار -/10,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ناصر احمد خان — الامۃ: نزہت الماس — گواہ: غلام طیب احمد خان

مسل نمبر 10402: مَیں مبینہ کنول زوجہ مکرم محمود احمد ناصر صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 40 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ باب الامن ڈاکخانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2/ستمبر 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ حق مہر -/50,000 روپئے بذمہ خاوند، زیور طلائی: ہار 2 تولہ، چین 1 تولہ، کانٹے 2 جوڑی 1 تولہ، بالیاں 2 عدد 5 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) زیور نقرئی: کڑے 2 عدد 6 تولہ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: سید بشارت احمد — الامۃ: مبینہ کنول — گواہ: سید زبیر احمد

مسل نمبر 10403: مَیں محمود احمد ناصر ولد مکرم حاجی منظور احمد صاحب درویش مرحوم، قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 56 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ باب الامن ڈاکخانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2/ستمبر 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از تجارت ماہوار -/8000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سید بشارت احمد — العبد: محمود احمد ناصر — گواہ: سید زبیر احمد

مسل نمبر 10404: مَیں مشہود احمد نور ولد مکرم محمود احمد ناصر صاحب، قوم احمدی مسلمان طالب علم عمر 20 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ باب الامن ڈاکخانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 2/ستمبر 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: سید بشارت احمد — العبد: مشہود احمد نور — گواہ: سید زبیر احمد

قرآن مجید کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

(قرآن مجید کی 26 آیات پر اعتراضات کے جوابات)

محمد حمید کوثر، ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ شمالی ہند قادیان

(قسط:2)

حفاظت قرآن بذریعہ جبریل علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حفاظت اور حد درجہ احتیاط کے مدّنظر یہ طریق بھی اختیار فرمایا کہ ہر رمضان میں جتنا قرآن مجید نازل ہوا کرتا تھا حضرت جبریلؑ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسکی دہرائی فرمایا کرتے تھے اور پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا آخری سال تھا تو دونوں نے یہ دہرائی دو بار کی۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے کان میں فرمایا کہ ہر سال جبریل میرے ساتھ قرآن کا ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو دفعہ دور کیا اس سے مَیں یہی سمجھتا ہوں کہ میرے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔

إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْآنَ كُلَّ سَنَةٍ وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب کان جبریل یعرض القرآن)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اُس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبریل ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن کریم کا دور کرتے تھے لیکن اس سال انہوں نے دو دفعہ دور کیا ہے۔

اب اس الٰہی انتظام کے بعد کوئی امکان موجودہ قرآن مجید میں کمی بیشی کا نہیں رہتا۔

حفاظت قرآن مجید کے متعلق مستشرقین کا اعتراف

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مستشرقین نے اس بات کا برملا اقرار کیا ہے کہ آج جو قرآن مجید مسلمانوں کے ہاتھوں اور ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ وہی قرآن ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ بعض کی آراء درج ذیل ہیں۔

سر ولیم میور کی رائے: سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ ”دنیا کے پردے پر غالباً قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی تحریف اور تبدیلی کے اپنی اصلی صُورت میں محفوظ رہی ہو۔“ پھر لکھتے ہیں: ”ہماری اناجیل کا مسلمانوں کے قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنا جو بالکل غیر محرّف و مبدّل چلا آ رہا ہے۔ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا ہے جنہیں آپس میں کوئی بھی نسبت نہیں۔“ پھر لکھتے ہیں: ”اس بات کی پوری پوری اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ قرآن اب بھی اُسی شکل و صورت میں ہے جس میں کہ محمد نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔“ پھر لکھتے ہیں: ہم یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت محمد سے لے کر آج تک اپنی اصلی اور غیر مبدّل صورت میں چلی آئی ہے۔“

(بحوالہ لائف آف محمد دیباچہ صفحہ 21، 22، 25، 26)

نولڈکی کی رائے: نولڈکی جو جرمنی کا ایک نہایت مشہور عیسائی مستشرق گذرا ہے اور جو اس فن میں گویا اُستاد مانا گیا ہے۔ قرآن شریف کے متعلق لکھتا ہے کہ ”آج کا قرآن بعینہ وہی ہے جو صحابہ کے وقت میں تھا۔“ پھر لکھتا ہے: ”یُورپین علماء کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت کریں قطعاً ناکام رہی ہے۔“

(انسائیکلوپیڈیا بریٹانکا زیر لفظ قرآن)

پروفیسر نکلسن کی رائے: پھر انگلستان کا مشہور مسیحی مستشرق پروفیسر نکلسن اپنی انگریزی تصنیف ”عرب کی ادبی تاریخ“ میں لکھتا ہے: ”اسلام کی ابتدائی تاریخ کا علم حاصل کرنے کیلئے قرآن ایک بے نظیر اور ہر شک و شبہ سے بالا کتاب ہے اور یقیناً بُدھ مذہب یا مسیحیت یا کسی قدیم مذہب کو اس قسم کا مستند عصری ریکارڈ حاصل نہیں ہے، جیسا کہ قرآن میں اسلام کو حاصل ہے۔“ (عرب کی ادبی تاریخ)

مخالفین کی آراء کے بعد برملا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ۔ فضیلت وہی ہوتی ہے جسکی دشمن گواہی دے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

(اعتراض نمبر 2)

معترض نے صحیح بخاری کی بعض احادیث کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد چار صحابہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغام سے واقف تھے یہی چار انصار تھے جنہوں نے قرآن کریم کو جمع کیا اور پھر حضرت ابو درداء کا ذکر کیا ہے۔

جواب: معترض کے اعتراض کے جواب میں تحریر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں ایک شخص مسیلمہ (کذّاب) نامی نے نبوت کا اعلان کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد مملکت اسلامیہ سے بغاوت کر دی۔ یہ شخص یمامہ کا رہنے والا تھا جب اسکی بغاوت کا اثر وسیع ہونے لگا اور یہ فتنے کا موجب بننے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے اسکی سرکوبی کیلئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیرہ ہزار (13000) مسلمانوں کا لشکر دیکر روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے چالیس ہزار (40000) عسکریوں کے ساتھ خالد بن ولید کے لشکر کا مقابلہ کیا اور فریقین میں گھماسان کی جنگ ہوئی اور اس جنگ میں بہت سارے صحابہ شہید ہو گئے۔ ان میں سے بہت سے قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے۔ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ اس حادثہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اُس وقت حضرت عمر بن الخطاب بھی آپکے پاس تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھے یعنی زید بن ثابتؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن مجید کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں اور اسی طرح اور کئی مقامات پر قدیمی حفاظ و قراء شہید ہو گئے ہیں اور فوت ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ قرآن مجید کو یکجا کرنے کا حکم دیں۔ میں نے حضرت عمر سے کہا میں وہ کام کس طرح کر سکتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم پھر بھی یہ اچھا ہے۔ پس حضرت عمر بار بار مجھے کہتے رہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے مندرجہ ذیل الفاظ غور طلب ہیں۔

حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ (بخاری کتاب التفسیر باب جمع القرآن) یعنی اللہ نے قرآن کریم کو یکجا کرنے کیلئے حضرت ابو بکر کا سینہ کھول دیا۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اوّل جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (سورۃ التوبہ، آیت 40) دو میں سے ایک۔ اسکا سینہ اس اللہ تعالیٰ نے کھولا جس نے قرآن مجید نازل فرمایا تھا اور اسکے ذریعہ سے وہ وعدہ پورا فرمایا ”وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ“ (سورۃ الحجر، آیت 11) إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ (سورۃ القیمۃ، آیت 18)

قرآن مجید کو یکجا کروانا، رکھوانا اور قیامت تک اسکی حفاظت کرتے چلے جانا یہ اللہ کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں مذکور ہے کہ قرآن مجید جو مختلف مقامات پر تحریر شدہ تھا اسکو یکجا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن ثابت کو شرح صدر عطا فرمایا انہوں نے قرآن مجید کو کھجور (لکڑی) کی تختیوں اور پتھر کی سلیٹوں اور ”صدور الرجال“ لوگوں کے سینوں میں سے محفوظ اور یکجا کیا۔

یاد رہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ قرآن مجید کو یکجا کرنے کی یہ کاروائی کہیں چھپ کر یا خفیہ طور پر نہیں کر رہے تھے بلکہ مدینہ منورہ میں یہ فریضہ ادا کر رہے تھے اور اُس وقت اُسی مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور قدیمی کبار صحابہ بھی موجود تھے ان کی موجودگی میں کسی قسم کے حذف و اضافہ کا کوئی امکان ہرگز نہ تھا اور نہ ہی کسی نے ایسے شبہ کا اظہار کیا۔ یہ مستند مصحف قرآن مجید حضرت ام المومنین حفصہؓ جو حضرت عمرؓ کی صاحبزادی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ تھیں کے پاس امانتاً رکھوا دیا گیا اور جب حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں مملکت اسلامیہ کی حدود عجمی اور غیر عربی علاقوں تک وسیع ہو گئی اور غیر عربی لوگ اور دور دراز کے عرب قبائل کے لوگ اسلام میں شامل ہو گئے۔ آرمینیہ اور آذربائیجان بھی اسلام میں داخل ہو گیا تو یہ مناسب اور ضروری سمجھا گیا کہ دور دراز کے علاقوں میں قرآن مجید کو صحیح تلفظ اور ترتیب سے پڑھنے کیلئے اصل مستند قرآن مجید کی نقلیں کروا کر مختلف ممالک میں بھجوا دی جائیں چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اصل نسخہ قرآن مجید حضرت حفصہؓ سے منگوایا اور حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن عاصؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن الحارثؓ کو حکم دیا کہ اس کی نقلیں کریں، چنانچہ انہوں نے اس کی نقلیں تیار کیں اور یہ سب کچھ مدینہ منورہ میں کبار صحابہ کی موجودگی میں ہوا۔ اصل نسخہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کو واپس بھجوا دیا۔ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ (بخاری کتاب التفسیر) معترض کی ساری توجہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن مجید کو یکجا کرنے اور اس کی نقلیں کروانے کی طرف رہی اور خود کو بھی اور دوسروں کو بھی اس مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی کہ خدانخواستہ ان دونوں خلفاء نے اسے تحریر کروایا۔ معترض کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید ہزاروں صحابہ اور تابعین کے حافظہ اور سینوں میں بہت پہلے سے محفوظ تھا یہ تو ایک احتیاطی طریق تھا جو اختیار کیا گیا۔

(اعتراض نمبر 3)

معترض نے تحریر کیا ہے کہ کئی کتابیں قرآن کی صورت میں لکھی گئی تھیں حضرت عثمانؓ نے ان تمام مصحفوں کو جلانے کا حکم دیا اور اپنا قرآن جاری کیا جو آج تک پڑھا جاتا ہے۔

جواب: یہ اعتراض غلط اور بے بنیاد ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنا قرآن جاری کیا۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ (1) حضرت ابو بکرؓ کا زمانہ خلافت سن 11 ھجری تا 13 ھجری (بمطابق 632ء تا 634ء) تک تقریباً دو سال رہا (2) حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت سن 13 ھجری تا 24 ھجری (بمطابق 634ء تا 645ء) تک تقریباً گیارہ بارہ سال رہا (3) حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت سن 24 ھجری تا 35 ھجری (بمطابق 645ء تا 656ء) تقریباً گیارہ سال رہا (4) حضرت علیؓ کا زمانہ خلافت 35 ھجری تا 40 ھجری (بمطابق 656ء تا 660ء) چار یا پانچ سال رہا۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت تقریباً 13 سال رہا۔ ان تیرہ سالوں میں ہزاروں حفاظ اور لاکھوں مسلمانوں کے حافظہ اور سینوں میں قرآن مجید محفوظ ہو چکا تھا اور یہ وہی قرآن مجید تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا تھا اور ان میں سے اکثر نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حفظ کیا تھا۔

اور یہ حفاظ تمام مملکت اسلامیہ اور غیر اسلامیہ میں پھیل چکے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کیا حضرت عثمانؓ کیلئے یہ ممکن تھا کہ ان حفاظ کے حافظہ اور سینوں سے اصل قرآن محو کروا کر اپنا جاری کردہ قرآن ڈلوا دیں؟؟

چودہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی وہی قرآن سینہ بہ سینہ مسلمانوں میں رائج ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا اسکو مشکوک بنانے کی سینکڑوں کوششیں ہوئیں سب کی سب اللہ تعالیٰ نے ناکام و نامراد فرما دیں۔ لہٰذا معترض کو چودہ صدیوں کی تاریخ کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

چنانچہ جس بخاری کی حدیث کا معترض نے حوالہ دیا ہے اس میں مذکور ہے کہ اصل قرآن حضرت حفصہ کو واپس کر دیا اور اصل الفاظ یہ ہیں کہ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا۔ وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحَرَّقَ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب جمع القرآن)

ترجمہ: اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا۔ پھر نقل شدہ نسخوں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا گیا اور حکم دیا کہ اصل نسخہ قرآن کے علاوہ جو کسی کے پاس ہے قرآن کے نام سے لکھا ہوا ہے اُسے جلا دیا جائے۔

(باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)
Mobile : 8978952048
lordsshoe.co@gmail.com
NEW Lords SHOE CO.
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery

نماز جنازہ غائب

(قسط سوم)

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ یو.کے 2021 پر تیسرے روز نماز ظہر وعصر کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ’’اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے گی‘‘ 209 مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ ان میں سے مزید 36 مرحومین کا مختصر ذکر ذیل میں پیش ہے:

(72) مکرم سید افتخار احمد شاہ صاحب (ربوہ) 22 / مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد لمبا عرصہ فضل عمر فاؤنڈیشن میں بطور اکاؤنٹنٹ خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔

(73) مکرم جاوید اقبال صاحب ابن مکرم غلام احمد صاحب راں (رجوعہ، منڈی بہاؤالدین) 24 / مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔ آپ نے مختلف جماعتی اور تنظیمی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔

(74) مکرم محمد عظیم اللہ صاحب (ربوہ) 25 مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ مکرم طاہر محمود صاحب (مربی سلسلہ نظارت امور عامہ) کے بھائی تھے۔

(75) مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ماسٹر نسیم احمد صاحب (جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد) 25 مئی 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ بہت مہمان نواز، واقفین زندگی کا احترام کرنے والی، غریب پرور اور نیک خاتون تھیں۔ مقامی سطح پر نائب صدر لجنہ کے علاوہ، سیکرٹری ضیافت، سیکرٹری خدمت خلق اور محاسبہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(76) مکرم مظفر اقبال چیمہ صاحب ابن مکرم چودھری منظور احمد صاحب چیمہ درویش مرحوم (سابق نائب ناظم مال وقف جدید قادیان) 29 مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔ نائب ناظم مال وقف جدید اور قائد عمومی انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم اللہ کے فضل سے موصی تھے۔

(77) مکرمہ نیامت بی بی صاحبہ (پاکستان) 29 / مئی 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ مکرم شفیق احمد صاحب (کارکن شعبہ مال بیت الفتوح) کی والدہ تھیں۔

(78) مکرم منور احمد اعوان صاحب (ورجینیا، امریکہ) 31 / مئی 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ حضرت مولوی محمد اسحاق صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے تھے۔ آپ نے کویت میں بطور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کے چھوٹے بھائی مکرم مبارک علی اعوان صاحب سانحہ لاہور 2010ء میں شہید ہوئے تھے۔

(79) مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ہبۃ اللہ کاہلوں صاحب (کراچی) 5 جون 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ محترم ثاقب ہبۃ اللہ کاہلوں صاحب (مربی سلسلہ امور عامہ شعبہ احتساب ربوہ) کی والدہ تھیں۔

(80) مکرم قریشی محمد صادق صاحب ابن مکرم قریشی محمد حنیف صاحب (سائیکل سیاح، ڈھاکہ) 9 جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ آپ کا بچپن قادیان اور ربوہ میں گزرا۔ ایک دعا گو نیک اور مخلص انسان تھے۔

(81) مکرم طاہر چودھری صاحب ابن مکرم محمد طفیل چودھری صاحب (یو.کے) 9 / جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ لوکل جماعت میں سیکرٹری مال کے علاوہ زعیم انصار اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ نمازوں کے پابند، ایک خوش مزاج، نیک اور مخلص انسان تھے۔

(82) مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم فیض محمد صاحب (دھمیال، راولپنڈی) 9 جون 2020ء کو وفات پاگئیں۔ نمازوں کی پابند، بہت خوش اخلاق، مہمان نواز ایک نیک اور دعا گو خاتون تھیں۔

(83) مکرم چودھری عبد الحفیظ صاحب (سمن آباد لاہور حال ٹورانٹو، کینیڈا) 9 جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ بطور آڈیٹر سمن آباد لاہور خدمت کی توفیق پائی۔ خلافت کے ساتھ اخلاص اور فدائیت کا گہرا تعلق تھا۔

(84) مکرم حفیظ الرحمٰن صاحب (کراچی، حال دار العلوم شرقی، ربوہ) 10 جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مکرم محبوب الرحمٰن شفیق احمد صاحب (مربی سلسلہ کینیڈا) کے والد تھے۔ مرحوم نے 1962ء میں بطور قائد مجلس خدام الاحمدیہ صدر (کراچی) خدمت کی توفیق پائی۔

(85) مکرم صلاح الدین بٹ صاحب (جرمنی) 10 / جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ اپنی جماعت میں سیکرٹری ضیافت اور سیکرٹری تربیت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(86) مکرمہ لیلیٰ صاحبہ اہلیہ مکرم عبد اللطیف صاحب مرحوم (کوئمبٹور) 11 / جون 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ لجنہ کے کاموں میں بڑی فعال اور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔

(87) مکرمہ عطیہ لطیف صاحبہ اہلیہ مکرم عبد الرحمٰن غنی صاحب (ڈیٹرائٹ، امریکہ) 12 جون 2020ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ مکرم پروفیسر عبد الرشید غنی صاحب مرحوم کی بہو تھیں۔ مقامی جماعت کی فعال رکن تھیں اور لجنہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ شعبہ تعلیم القرآن و وقف عارضی امریکہ کی نیشنل ٹیم ممبر کے علاوہ مقامی سطح پر نائب سیکرٹری دستکاری خدمت کی توفیق پائی۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے آپ نے Islamic Prayers for Kids کے نام سے ایک کتاب بھی شائع کی۔

(88) مکرم شیراز احمد صاحب ابن مکرم شہباز احمد ناصر صاحب (کوٹ گھسن ضلع نارووال) 12 جون 2020ء کو ایک حادثے میں وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے خدام الاحمدیہ میں مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق پائی۔

(89) مکرم قاضی نجیب الدین صاحب (ٹوٹنگ) 16 / جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ آپ کے والد مکرم قاضی سفیر الدین صاحب اور والدہ نے جماعت کی سچائی کو پہچان کر خود لاہور میں بیعت کی تھی۔ مرحوم کی شادی حضرت صوفی احمد جان صاحب کی فیملی میں ہوئی۔ لوکل جماعت میں بطور سیکرٹری مال خدمت کے علاوہ نیشنل عاملہ انصار اللہ میں لمبا عرصہ محاسب رہے۔ الفضل انٹرنیشنل کے اجرا پر ترسیل، پیکنگ اور پوسٹ کرنے کی ڈیوٹی بھی سرانجام دیتے رہے۔

(90) مکرم شکیل احمد صاحب ابن مکرم بشارت احمد صاحب (طاہر آباد شرقی، ربوہ) 18 جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ مہاجر کیمپ حب بلوچستان میں قائد اور صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(91) مکرم فیض احمد صاحب ابن مکرم محمد عبد اللہ صاحب (محلہ امیر پارک، گوجرانوالہ) 19 / جون 2020ء کو وفات پاگئے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت قاضی اکبر علی صاحب کے پوتے تھے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم راشد محمود صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

(92) مکرمہ صغیرہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم محمد ایوب صاحب (خلیل آباد گلیار کالونی، کوٹلی کشمیر) 21 جون 2020 کو وفات پاگئیں۔ آپ مکرم حسیب احمد صاحب (مربی سلسلہ سیالکوٹ کینٹ) کی والدہ تھیں۔

(93) مکرم عبد الغفور شاد صاحب (بیت الفتوح مورڈن) 23 / جون 2020 کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ باجماعت نمازوں کے پابند ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔

(94) مکرمہ ثریا رمضان صاحبہ بنت مکرم محمد رمضان صاحب (گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) 30 / جون 2020 کو وفات پاگئیں۔ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی، اچھے اخلاق کی مالک ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

(95) مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ (پاکستان) یکم جولائی 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ لجنہ میں سیکرٹری اشاعت اور سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(96) مکرم محمد شفیع خان صاحب ابن مکرم مولوی شہزادہ خان صاحب افغان: 2 جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب (گیمبیا) کے والد اور مکرم منیر خان صاحب فزیوتھراپسٹ کے تایا تھے۔

(97) مکرمہ سائرہ بی بی صاحبہ (پاکستان) 3 / جولائی 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ نمازوں کی پابند، تہجد گزار ایک نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔

(98) مکرم عبد القیوم صاحب (پاکستان) 3 / جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ مکرم جری اللہ طاہر صاحب (مربی سلسلہ نظارت خدمت درویشان) اور مکرم امان اللہ امجد صاحب (مربی سلسلہ اسلام آباد پاکستان) کے والد تھے۔

(99) مکرم کرم الٰہی صاحب ابن مکرم رجب دین صاحب (کوٹ قاضی ضلع چنیوٹ، حال نصرت آباد، ربوہ) 8 / جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ فضل عمر ہسپتال اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں بطور کارکن خدمت کی توفیق پائی۔

(100) مکرم نذیر احمد وڑائچ صاحب ابن مکرم خوشی محمد صاحب (شیخ پور ضلع گجرات، حال دار البرکات، ربوہ) 9 جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ نہایت متقی اور عبادت گزار انسان تھے۔

(101) مکرمہ بشریٰ جاوید صاحبہ اہلیہ مکرم لطیف احمد خان صاحب مرحوم (حیدر آباد، انڈیا) 9 جولائی 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ حلقہ کنچن باغ حیدر آباد میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی اور اپنی ذمہ داریاں بخوبی ادا کرتی رہیں۔

(102) مکرم عبد الاعلیٰ صاحب ابن مکرم منظور احمد صاحب (جڑانوالہ) 10 جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ نے مقامی قائد خدام الاحمدیہ اور قائد ضلع فیصل آباد کے علاوہ مقامی جماعت میں سیکرٹری مال اور سیکرٹری وقف نو کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(103) مکرمہ حمیدہ احسان صاحبہ اہلیہ مکرم احسان اللہ کرم علی صاحب (سکندر آباد، انڈیا) 15 جولائی 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ لمبا عرصہ لجنہ کی سیکرٹری خدمت خلق کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، دیندار، غریب پرور، مہمان نواز ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

(104) مکرمہ فریدہ سلیم صاحبہ اہلیہ مکرم انجینئر سلیم احمد صاحب (44 بدر بلاک اقبال ٹاؤن، لاہور) 19 / جولائی 2020 کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ مکرم منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور مکرم شیخ محمد احمد مظہر صاحب سابق امیر ضلع فیصل آباد کی بھتیجی تھیں۔ آپ نے اپنی مجلس میں کچھ عرصہ نائب صدر و قائمقام صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(105) مکرم مسعود احمد صاحب ڈوگر ابن مکرم محمود احمد صاحب (سوئٹزرلینڈ) 20 / جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ کے دادا حضرت سربلند خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔

(106) مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم نذیر احمد صاحب شہید (حیدر آباد، سندھ) 21 / جولائی 2020 کو وفات پاگئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت اخوند محمد رمضان کی پڑنواسی تھیں۔ آپ کے والد حکیم محمد موہیل صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے باڈی گارڈ تھے۔ مرحومہ نے خاوند کی شہادت پر صبر اور حوصلہ کا مثالی نمونہ پیش کیا۔

(107) مکرم چودھری منور احمد صاحب ابن مکرم فیروز دین صاحب (رائے پور ضلع سیالکوٹ) 25 / جولائی 2020 کو وفات پاگئے۔ نمازوں کے پابند، تہجد گزار ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔

(باقی آئندہ)

......☆......☆......☆......

Love for All Hatred for None

99493-56387
99491-46660
Prop:Muhammad Saleem

MASROOR HOTEL
TEA, TIFFIN, MEALS, CHICKEN-BIRYANI, FAST-FOOD AVAILABLE HERE
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا: محمد سلیم (جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

NISHA LEATHER
Specialist in :
Leather Belts, Ladies & Gents Bag
Jackets, Wallets, etc
WHOLE SALE & RETAILER
19-A, Jawaharlal Nehru Road, Kolkatta - 700087
(Beside Austin Car Showroom)
Contact No : 2249-7133
طالب دعا: افراد خاندان مکرم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم، جماعت احمدیہ کلکتہ (بنگال)

اَے سعد! اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان اطاعت کے سوا اور کوئی رشتہ نہیں ہے

اپنے نفس کو اور اپنے ساتھیوں کو نیکی کی عادت ڈالو اور اس کے ذریعہ فتح چاہو اور یاد رکھو کہ ہر عادت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے

اور نیکی کی عادت ڈالنے کا ذریعہ صبر ہے، صبر کروگے تو نیکی کی عادت پڑے گی، پس ہر مصیبت جو تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 23/جولائی 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: جنگ بُوَیب کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جِسر کی جنگ میں شکست سے حضرت عمرؓ کو سخت تکلیف پہنچی۔ آپؓ نے تمام عرب میں خطیب بھیجے جنہوں نے پُر جوش تقریروں سے سارے عرب میں جوش بھر دیا۔ عرب کے قبائل اس قومی معرکہ میں شامل ہونے کیلئے جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ رستم کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے مہران کے ہمراہ ایک لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ بُوَیب مقام پر دونوں حریف صف آرا ہوئے۔ یہ جنگ رمضان کے مہینہ میں لڑی گئی۔ پچھلی جنگ میں مسلمان دریا پار کر کے گئے تھے۔ اس دفعہ انہوں نے یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ ایرانیوں کو کہا کہ تم آؤ۔ حضرت مُثنّٰی نے اپنے لشکر کی تنظیم اور صف آرائی کی اور پھر ان کے الگ الگ حصوں پر تجربہ کار سردار مقرر کیے اور اپنے مشہور گھوڑے شموس نامی پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کی صفو

ں کا چکر کاٹ کر معائنہ کیا اور ہر جھنڈے کے پاس ٹھہر کر جنگ کے بارے میں ہدایات دیں اور ولولہ خیز الفاظ میں ان کے حوصلے بڑھائے۔ ایک شدید جنگ کے بعد ایرانیوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اس جنگ میں ایرانیوں کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ ایرانی لشکر کا سالار مہران بھی اس جنگ میں قتل ہوا۔

سوال: جنگ بُوَیب کو یَوْمُ الْاَعْشَار کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اس جنگ کو یَوْمُ الْاَعْشَار بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس جنگ میں سَو لوگ ایسے تھے جن میں سے ہر ایک نے دس دس آدمیوں کو قتل کیا تھا۔

سوال: جنگ بُوَیب میں مسلمان خواتین کی دلیری کے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: میدانِ جنگ سے دُور اسلامی لشکر کی خواتین اور بچوں کا کیمپ تھا۔ لڑائی کے خاتمہ پر جب مسلمانوں کا ایک دستہ گھوڑے دوڑاتا ہوا کیمپ کے سامنے پہنچا تو مسلمان خواتین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ دشمن کی فوج ہے جو ہم پر حملہ کرنے آئی ہے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے بچوں کو گھیرے میں لے لیا اور خود پتھر اور ڈنڈے لے کر مرنے مارنے پر تل گئیں۔ فوجی دستہ کے قریب پہنچنے پر ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ تو مسلمان ہیں۔

سوال: معرکہ بُویب کے اثرات کے متعلق حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اس معرکہ کا یہ اثر ہوا کہ عراق کے اکثر نواح میں مسلمانوں کے پاؤں مضبوط ہو گئے اور اس فتح کے بعد مسلمان عراق کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔

سوال: جنگ قادسیہ کب لڑی گئی؟

جواب: چودہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان قادسیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی جس کے نتیجہ میں ایرانی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔

سوال: جنگ قادسیہ کے اسلامی لشکر کی کیا خصوصیت حضور انور نے بیان فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو چار ہزار مجاہدین کے ساتھ ایران کی طرف بھیجا۔ بعد میں دو ہزار یمنی، دو ہزار نجدی بھی جا ملے۔ راستہ میں بنو اسد کے تین ہزار افراد اور اَشْعَثْ بن قَیس کِندی ایک ہزار سات سو یمنی سپاہیوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ مسلمانوں کے پاس لشکر کی تعداد آہستہ آہستہ تیس ہزار سے زائد ہو گئی۔ اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس میں ننانوے ایسے صحابی تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہو چکے تھے۔ طبری نے ان کی تعداد ستر سے زائد بیان کی ہے۔ تین سو دس سے زائد وہ تھے جنہیں ابتدائے اسلام سے لے کر بیعت رضوان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ تین سو ایسے اصحاب تھے جو فتح مکہ میں شامل تھے۔ سات سو ایسے تھے جو خود صحابی نہ تھے لیکن صحابہ کی اولاد ہونے کا فخر انہیں حاصل تھا۔

سوال: حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے وقت کیا نصائح فرمائیں؟

جواب: حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو نصیحت فرمائی کہ اَے سعد! تم کو یہ گمان نہ ہو کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور صحابی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان اطاعت کے سِوا اَور کوئی رشتہ نہیں ہے۔ تم نے ایک مشکل اور سخت کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پس اپنے نفس کو اور اپنے ساتھیوں کو نیکی کی عادت ڈالو اور اس کے ذریعہ فتح چاہو اور یاد رکھو کہ ہر عادت ڈالنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور نیکی کی عادت ڈالنے کا ذریعہ صبر ہے۔ صبر کرو گے تو نیکی کی عادت پڑے گی۔ پس ہر مصیبت جو تمہیں پہنچے اور تکلیف جو تم پر آئے اس پر صبر کرو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف تمہیں حاصل ہوگا۔

سوال: جنگ سے قبل حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو کیا خط لکھا؟

جواب: حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا کہ رستم کے پاس دعوتِ اسلام دینے کیلئے تم ایسے لوگوں کو بھیجو جو وجیہ، عقل مند اور بہادر ہوں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دعوت کو ان کی توہین اور ہماری کامیابی کا ذریعہ بنائے گا۔ تم روزانہ مجھے خط لکھتے رہو۔

سوال: حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل کس طرح کی؟

جواب: حضرت سعدؓ نے چودہ نامور اشخاص کو منتخب کر کے دربارِ ایران میں سفیر بنا کر بھیجا تا کہ وہ شاہِ ایران یَزْدَجَرْد کو دعوت اسلام دیں۔

سوال: مسلمان سفیروں نے ایرانی بادشاہ کے سامنے کونسی تین شرائط پیش کیں؟

جواب: (۱) آپ لوگ اسلام لے آئیں ہم آپ کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور آپ کے ملک سے بھی ہمیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ (۲) ہمیں جزیہ دیں جسے قبول کر کے ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ (۳) اگر دونوں میں سے کوئی بھی صورت منظور نہ ہو تو پھر تیسری صورت جنگ ہے۔

سوال: جنگ قادسیہ کی کیا تفصیل حضور انور نے بیان فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اہلِ فارس کی افواج دریائے عتیق کے کنارے تھیں۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مسلمانوں اور اہل فارس کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔ پہلے روز قبیلہ بنو اسد کے پانچ سو مسلمان شہید ہوئے۔ دوسرے روز صبح حضرت سعدؓ نے سب شہداء کو دفنایا اور زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کیا۔ اسی دوران ملک شام سے مسلمانوں کو کمک موصول ہوئی۔ حضرت ہاشم بن عُتْبَہ بن ابی وقاصؓ اس کمک کے امیر تھے۔ اسکے اگلے حصہ پر حضرت قَعْقَاع بن عمروؓ امیر تھے۔ حضرت قَعْقَاعؓ کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا ایک قول ہے کہ وہ لشکر ناقابل شکست ہوتا ہے جہاں ان جیسے شخص موجود ہوں۔ صبح سے لے کر دوپہر تک فریقین کے گھڑسوار مقابلہ کرتے رہے۔ جب دن آدھے سے زیادہ گزر گیا تو عمومی جنگ شروع ہوئی جو آدھی رات تک جاری رہی۔ دوسرا دن مسلمانوں کے نام رہا۔ تیسرے دن کی صبح ہوئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے مورچوں میں تھے۔ اس روز خونریز جنگ ہوئی۔ مسلمان شہداء کی تعداد دو ہزار تھی اور ایرانی فوج کے دس ہزار سپاہی قتل ہوئے۔ دن ڈھلنے تک یہ لڑائی جاری رہی۔ عشاء کی نماز کے بعد دوبارہ گھمسان کا رَن پڑا۔ ساری رات حضرت سعدؓ بھی جاگتے رہے اور اللہ کے حضور دعا میں مشغول رہے۔ عرب و عجم نے اس رات جیسا واقعہ کبھی مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ صبح ہوئی تو مسلمانوں کا جوش و جذبہ برقرار تھا اور وہ غالب رہے۔ چوتھی صبح پھر دوپہر تک لڑائی جاری رہی اور ایرانی پسپائی اختیار کرتے رہے۔ اس کے بعد رستم پر حملہ کیا گیا تو وہ دریائے عتیق کی طرف بھاگ نکلا۔ جب اس نے دریا میں چھلانگ لگائی تو ہلال نامی مسلمان نے اسے پکڑ لیا اور گھسیٹ کر خشکی پر لے آیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ مسلمان جس نے رستم کو قتل کیا تھا اعلان کرنے لگا کہ میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ میری طرف آؤ۔ مسلمانوں نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا اور زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ رستم کے قتل کی خبر سے اہل فارس شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل بھی کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بھی بنایا۔ اس دن کو یوم قادِسیّہ کہا جاتا ہے۔

......☆......☆......☆......

بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں؟

اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آؤ وہ تمہاری کنیزیں نہیں ہیں، ان کیلئے دعائیں کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہو

قرآن و حدیث کے حوالہ سے بیوی بچوں سے حسن سلوک اور ان کیلئے نیک نمونہ بننے کی تلقین پر حضور انور کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 2/جولائی 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کونسی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب: خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آیت: وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا ہَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا۝ (سورۃ الفرقان آیت نمبر 75) کی تلاوت فرمائی۔

سوال: مرد کے فرائض کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مرد کے قویٰ کو جسمانی لحاظ سے مضبوط بنایا ہے اس لئے اسکی ذمہ داریاں اور فرائض بھی عورت سے زیادہ ہیں۔ مرد سے ادائیگی حقوق کی زیادہ توقع کی جاتی ہے۔ عبادات میں بھی اس کو عورت کی نسبت زیادہ مواقع مہیا کئے گئے ہیں۔ اور اسلئے اسکو گھر کے سربراہ کی حیثیت بھی حاصل ہے اور بحیثیت خاوند اور بحیثیت باپ اس پر ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔

سوال: اپنے فرائض کو نبھانے کیلئے مرد کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم کے احکامات کی روشنی میں مرد کو چاہئے کہ تقویٰ پر قائم ہو، اور اپنے گھر والوں کو، اپنی بیویوں کو، اپنی اولاد کو تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے نمونہ بنے اور اپنے ربّ سے مدد مانگے، اس سے دعا کرے کہ اے اللہ! ان راستوں پر ہمیشہ چلاتا رہ جو تیری رضا کے راستے ہیں، کبھی ایسا وقت نہ آئے کہ ہم تیری ناراضگی کا موجب بنیں۔

سوال: جو مرد کہتے ہیں کہ ہم پر صرف باہر کی ذمہ داریاں ہیں ان کو حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: بحیثیت گھر کے سربراہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے گھر کے ماحول پر بھی نظر رکھے، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کے بھی حقوق ادا کرے، ان کے ساتھ بھی کچھ وقت صرف کرے چاہے ہفتہ کے دو دن ہی ہوں۔ انہیں مسجد سے جوڑے، انہیں جماعتی پروگراموں میں لائے، ان کے ساتھ تفریحی پروگرام بنائے، ان کی دلچسپیوں میں حصہ لے تا کہ وہ اپنے مسائل ایک دوست کی

طرح آپ کے ساتھ بانٹ سکیں۔

سوال: آنحضرت ﷺ گھر والوں کے حقوق کس طرح ادا فرمایا کرتے تھے؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حدیث میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کی خدمت میں لگے رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کیلئے تشریف لے جاتے۔

سوال: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے بہترین کس کو قرار دیا؟

جواب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک میں بہتر ہے۔

سوال: حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا اوصاف بیان فرمائے؟

جواب: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف گھر میں رہنے والے، آپ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی، ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ نیز آپؓ فرماتی ہیں کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔

سوال: بیوی سے نیک سلوک کرنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو۔

سوال: میاں بیوی کو ایک دوسرے میں کیا دیکھنا چاہئے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا ایک دوسرے کی خوبیوں کو دیکھنا چاہئے۔ اگر تم میں سے کسی کو دوسرے میں عیب نظر آتا ہے یا اس کی کوئی ادا ناپسند ہے تو کئی باتیں اس کی پسند بھی ہوں گی۔ تو ان پسندیدہ باتوں کو مدنظر رکھ کر ایثار کا پہلو اختیار کرتے ہوئے موافقت کی فضا پیدا کرنی چاہئے۔

سوال: حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی کیلئے کوشاں رہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ قیدیوں کی طرح بندھی ہوئی ہیں۔ تم ان پر کوئی حق ملکیت نہیں رکھتے۔ تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے کپڑوں اور کھانے کا بہترین خیال رکھو۔

سوال: عورت سے بھلائی کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کونسی روایت بیان فرمائی؟

جواب: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے بھلائی سے پیش آیا کرو۔ عورت یقیناً پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے۔ پس تم اس سے بھلائی ہی سے پیش آیا کرو۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عورتوں سے رفق اور نرمی کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں۔ وہ ان کی کنیزیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔

سوال: باپ کا اپنی اولاد کیلئے سب سے بہتریں تحفہ کیا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہو۔

سوال: بچوں سے سلوک کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کے ساتھ عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

سوال: بچوں میں عزت نفس پیدا کرنے کیلئے کونسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بچوں میں عزت نفس پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ان کی عزت کی جائے ان کو آداب سکھائے جائیں ان کی ایسے رنگ میں تربیت ہو کہ وہ دوسروں کی بھی عزت اور احترام کرنے والے ہوں۔ اس طرح تربیت نہ کریں کہ وہ خود سر ہو جائیں، بگڑنا شروع ہو جائیں۔

سوال: لڑکیوں کی اچھی تربیت کے نتیجہ میں رسول کریم ﷺ نے کیا خوشخبری دی؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو لڑکیوں کے ذریعہ آزمائش میں ڈالے اور وہ ان سے بہتر سلوک کرے وہ اس کیلئے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس طریق پر دُعا کیا کرتے تھے؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: مَیں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ پہلی یہ کہ اپنے نفس کیلئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت وجلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوسرے پھر اپنے گھر کے لوگوں کیلئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ پھر مَیں اپنے بچوں کیلئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ پھر میں اپنے مخلص دوستوں کیلئے نام بنام دعا کرتا ہوں۔ پھر ان سب کیلئے جو اس سلسلے سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

نہیں کیا گیا۔(ایضاً صفحہ 369)

توریت صرف یہودیوں کیلئے جبکہ قرآن تمام بنی نوع انسان کیلئے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : توریت صرف یہودیوں کے لئے نازل ہوئی ہے اور حضرت مسیح بھی صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے بھیجے گئے ہیں تو اُن کو دوسروں سے کیا غرض اور کیا تعلق تھا، تا اُن کی نسبت عدل اور احسان کی ہدایتیں بیان کی جاتیں لہٰذا وہ تمام احکام بنی اسرائیل تک ہی محدود رہے اور اگر محدود نہیں تھے تو کیوں یسوع نے باوجودیکہ ایک عورت کے نالہ وفریاد کرنے کی آواز سنی اور اس کی عاجزانہ درخواست اس تک پہنچی تو پھر بھی یسوع نے اس پر رحم نہ کیا اور کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ پس جبکہ یسوع نے خود دوسروں کے لئے جو بنی اسرائیل سے خارج تھے رحم اور ہمدردی میں کوئی عملی نمونہ نہ دکھلایا تو کیوں کر امید کی جائے کہ یسوع کی تعلیم میں دوسری قوموں پر رحم کرنے کا حکم ہے۔ یسوع نے تو صاف کہہ دیا کہ میں دوسری قوموں کے لئے بھیجا ہی نہیں گیا۔ تو اب ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں کہ یسوع کی تعلیم میں غیر قوموں پر رحم کرنے کے لئے کچھ ہدایتیں ہیں۔ نہیں بلکہ یسوع کی تعلیم کا رُخ صرف یہودیوں کی طرف ہے۔ اور یسوع خود اپنے تئیں اس بات کا مجاز نہیں سمجھتا کہ دوسری قوموں کی نسبت کچھ ہدایتیں بیان فرمائے۔ پھر وہ کیونکر عام طور پر رحم کی تعلیم دے سکتا تھا اور اگر انجیل میں یسوع کے اس کلمہ کے مخالف کہ میری تعلیم اور ہمدردی یہود تک محدود ہے کوئی اور کلمہ لکھا بھی گیا ہو تو بلاشبہ وہ کلمہ الحاقی ہوگا کیونکہ تناقض جائز نہیں۔

اسی طرح توریت کے پیش نظر بھی صرف یہودی تھے۔ اور توریت کی تعلیم کا بھی تمام پرواز یہودیوں کے سروں تک ہے۔ لیکن وہ قانون جو عام عدل اور احسان اور ہمدردی کے لئے دنیا میں آیا وہ صرف **قرآن** ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا یعنی کہہ اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول کر کے بھیجا گیا ہوں۔ اور پھر فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ یعنی ہم نے تمام عالموں پر رحمت کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔ (ایضاً صفحہ 370)

توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی؟

توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کیساتھ بھی مقابلہ کرنیکی طاقت نہیں
اگر پادری صاحبان اپنی کل کتابوں سے صرف سورۃ فاتحہ کا ہی مقابلہ کر دکھائیں تو
ان کو پانچ سو روپے نقد انعام دینے کا پُرشوکت وعدہ اور چیلنج

اب ذیل میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ انعامی چیلنج پیش کرتے ہیں جو آپؑ نے پادری صاحبان کو دیا ہے۔ توریت وانجیل کا قرآن کریم سے موازنہ فرمانے اور قرآنی تعلیم کی فوقیت بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

’’سو توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی۔ اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورت کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورۃ میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں ان کو موسیٰؑ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی۔ اور یہ بات لاف و گزاف نہیں بلکہ واقعی اور حقیقی یہی بات ہے کہ توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ہم کیا کریں اور کیونکر فیصلہ ہو؟ پادری صاحبان ہماری کوئی بات بھی نہیں مانتے۔ بھلا اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں تو ہم بطور انعام پانسو روپیہ نقد ان کو دینے کیلئے طیار ہیں۔ اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستّر کے قریب ہوں گی وہ حقائق اور معارف شریعت اور مرتّب اور منتظم دُررِ حکمت و جواہر معرفت وخواص کلام الوہیت دکھلا سکیں جو سورہ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں۔ اور اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو تو جس قدر ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم ان کی درخواست پر بڑھا دیں گے۔ اور ہم صفائی فیصلہ کے لئے پہلے سورہ فاتحہ کی ایک تفسیر طیّار کر کے اور چھاپ کر پیش کریں گے اور اس میں وہ تمام حقائق و معارف وخواص کلام الوہیت بہ تفصیل بیان کریں گے جو سورہ فاتحہ میں مندرج ہیں اور پادری صاحبوں کا یہ فرض ہوگا کہ توریت اور انجیل اور اپنی تمام کتابوں میں سے سورہ فاتحہ کے مقابل پر حقائق اور معارف اور خواص کلام الوہیت جس سے مراد فوق العادت عجائبات ہیں جن کا بشری کلام میں پایا جانا ممکن نہیں پیش کر کے دکھلائیں اور اگر وہ ایسا مقابلہ کریں اور تین منصف غیر قوموں میں سے کہہ دیں کہ وہ لطائف اور معارف اور خواص کلام الوہیت جو سورۃ فاتحہ میں ثابت ہوئے ہیں وہ ان کی پیش کردہ عبارتوں میں بھی ثابت ہیں تو ہم پانسو روپیہ جو پہلے سے ان کیلئے ان کی اطمینان کی جگہ پر جمع کرایا جائے گا دے دیں گے۔

اب کیا کسی پادری کا حوصلہ ہے جو ایسا مقابلہ کرے؟ (ایضاً صفحہ 360)

آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 21 - October - 2021 Issue. 42

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

حضرت عمر کے وقت دیکھو کتنے معمولی واقعہ سے بغض بڑھا جس نے عالم اسلام کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے، مَیں سمجھتا ہوں اس واقعہ کا اثر اب تک چلتا چلا جا رہا ہے

حضرت عمرؓ کے واقعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نماز کے وقت پہرہ دینا نماز کے اصول یا وقار کے خلاف ہے تو سوائے اپنی حماقت کے مظاہرہ کرنے کے اور وہ کچھ نہیں کرتا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15/ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں کچھ مزید باتیں بیان کرنے والی ہیں۔ صحیح بخاری کی جو روایت بیان کی گئی تھی اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عمر پر جب حملہ ہوا تو اسی وقت فجر کی نماز ادا کی گئی جبکہ حضرت عمر مسجد میں ہی تھے لیکن دوسری روایات میں ملتا ہے کہ فوری طور پر حضرت عمر کو گھر لے جایا گیا اور نماز بعد میں ادا کی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کوئی سازش کا نتیجہ تھی یا قاتل کا اپنا ذاتی عناد تھا، اس بارے میں بعض بعد کے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کی شہادت صرف کسی ذاتی عناد کی بنا پر نہیں تھی بلکہ ایک سازش تھی۔ حضور انور نے فرمایا: بہرحال ان کی رائے بھی ہم دیکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ محض ایک فرد واحد کے غصہ کی وجہ سے انتقامی کارروائی نہیں ہوسکتی بلکہ ایک سازش تھی اور باقاعدہ ایک پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت حضرت عمر کو قتل کیا گیا تھا۔ اور اس سازش میں مشہور ایرانی سپہ سالار ہرمزان جو کہ اب بظاہر مسلمان ہو کر مدینہ میں رہ رہا تھا وہ بھی اس میں شامل تھا۔ البتہ تاریخ و سیرت کی ایک اہم کتاب البدایہ والنہایہ میں صرف اتنا ملتا ہے کہ شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کے قتل میں ہرمزان اور جفینہ کا ہاتھ تھا چنانچہ اسی شبہ پر حضرت عمر کے سوانح نگار اس کو باقاعدہ ایک سازش قرار دیتے ہیں۔ انہی مصنفین میں سے ایک محمد رضا صاحب اپنی کتاب سیرت عمر فاروق میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کسی بالغ قیدی کو مدینہ میں آنے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ والیٔ کوفہ نے حضرت عمرؓ کے نام ایک خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو بہت ہنرمند ہے اور وہ اس کے مدینہ میں آنے کی اجازت کے طلبگار ہیں۔ حضرت عمر نے اسے مدینہ بھیجنے کی اجازت دے دی۔ حضرت مغیرہ نے اس پر ماہانہ سو درہم ٹیکس مقرر کیا وہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور خراج زیادہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت عمر نے پوچھا تم کون کون سے کام اچھی طرح کر لیتے ہو اس نے آپ کو وہ کام بتائے جس میں اسے اچھی خاصی مہارت حاصل تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا تمہارے کام کی مہارت سے تو تمہارا خراج کوئی زیادہ نہیں ہے۔ وہ آپ سے ناراضگی کی حالت میں واپس چلا گیا۔ ایک دن وہی غلام آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے اسے بلا کر کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ہوا سے چلنے والی چکی بہت اچھی بنا لیتے ہو اس نے کہا مَیں آپ کیلئے ایک ایسی چکی بناؤں گا کہ لوگ اس کا چرچا کرتے رہیں گے۔ جب وہ غلام مڑا تو آپ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔ چند دن گزرے پھر ابولولو نے دو دھاری خنجر سے جس کا دستہ اس کے وسط میں تھا حضرت عمر پر وار کیا اس کا ایک وار ناف کے نیچے لگا تھا۔ ابولولو کو حضرت عمر سے ایک لحاظ سے کینہ اور بغض بھی تھا کیونکہ عربوں نے اس کے علاقے کو فتح کر لیا تھا اور اسے قیدی بنا لیا تھا اور اس کے بادشاہ کو ذلیل وخوار ہونے کی حالت میں جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

طبقات ابن سعد میں نافع کی سند سے ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے وہ چھری دیکھی جس کے ذریعہ سے حضرت عمر کو شہید کیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا میں نے گذشتہ روز یہ چھری ہرمزان اور جفینہ کے پاس دیکھی تھی تو میں نے پوچھا تم اس چھری سے کیا کرتے ہو تو ان دونوں نے کہا ہم اس کے ذریعہ گوشت کاٹتے ہیں کیونکہ ہم گوشت کو چھوتے نہیں۔ اس پر حضرت عبیداللہ بن عمر نے حضرت عبدالرحمن سے پوچھا کیا آپ نے یہ چھری ان دونوں کے پاس دیکھی تھی۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پس حضرت عبیداللہ بن عمر نے اپنی تلوار پکڑی اور دونوں کے پاس آئے اور انہیں قتل کر دیا۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر شہید کر دیئے گئے تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا میں حضرت عمر کے قاتل ابولولو کے پاس سے گزرا تھا جبکہ جفینہ اور ہرمزان بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ سرگوشی کر رہے تھے۔ جب میں اچانک ان کے پاس پہنچا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک خنجر ان کے مابین گر پڑا اس کے دو پھل تھے اس کا دستہ اس کے وسط میں تھا۔ پس دیکھو کہ جس خنجر سے حضرت عمر کو شہید کیا گیا ہے وہ کیسا تھا۔ پس انہوں نے دیکھا تو وہ خنجر بالکل ویسا ہی تھا جیسے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے بیان کیا تھا۔ جب حضرت عبیداللہ بن عمر نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر سے یہ سنا تو تلوار لے کر نکل پڑے حتی کہ ہرمزان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبیداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ قتل کے وقت اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تھا۔ حضرت عبیداللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے جفینہ کو تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنایا۔ پھر حضرت عبیداللہ آگے بڑھے اور ابولولو کی بیٹی کو قتل کر دیا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔

ایک سیرت نگار ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب سے مسلمان ایرانیوں اور عیسائیوں پر غالب آئے تھے اس وقت سے ایرانی یہودی اور عیسائی اپنے دلوں میں عربوں کے خلاف عموماً اور حضرت عمر کے خلاف خصوصاً کینہ وبغض کے جذبات چھپائے بیٹھے تھے۔ جب حضرت عمر قتل ہوئے تو لوگوں کو حضرت عمر کی بات یاد آ گئی آپ کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس یعنی مدینہ میں کسی بے دین کو گھسیٹ کر نہ لانا۔ مدینہ میں ان عجمی بے دینوں کی تعداد مختصر سی تھی لیکن ایک جماعت تھی جن کے دل غضب اور انتقام سے لبریز اور جن کے سینے کینہ وبغض کی آگ سے دہک رہے تھے اور کون جانے ہوسکتا ہے ان لوگوں نے سازش کی ہو اور ابولولو کا یہ فعل اسی سازش کا نتیجہ ہو جس کا جال ان دشمنان اسلام نے اپنے کینہ اور دشمنی کی پیاس بجھانے کیلئے بُنا تھا اور جس کے متعلق وہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح عربوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے مسلمانوں کے بازو کمزور کئے جاسکتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا بہرحال عبیداللہ بن عمر نے جو کیا قانونی طور پر اس کی اجازت نہیں تھی۔ کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ خود انتقام لینے کیلئے کھڑا ہو جائے یا اپنا حق خود وصول کرے جبکہ معاملات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء رضوان اللہ علیہم کیلئے مخصوص تھا وہ لوگوں کے درمیان منصفانہ فیصلے اور مجرم کے خلاف قصاص کا حکم صادر کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ آیت وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں: خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمر شہید ہو گئے مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔ اس آیت میں یہی ذکر ہے کہ خلفاء جس بات سے ڈرتے ہوں گے وہ کبھی وقوع پذیر نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا مگر جب وہ ایک بات سے ڈرتے ہی نہ ہوں بلکہ اپنی عزت اور بلندی درجات کا موجب سمجھتے ہوں تو اسے خوف کہنا اور پھر یہ کہنا کہ اسے امن سے کیوں نہ بدل دیا گیا بے معنی بات ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں دو ہی چیزیں راستی سے پھیرنے کا موجب ہوتی ہیں یا تو انتہائی بغض یا پھر انتہائی محبت۔ انتہائی بغض بسا اوقات معمولی واقعہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر کے وقت دیکھو کتنے معمولی واقعہ سے بغض بڑھا جس نے عالم اسلام کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس واقعہ کا اثر اب تک چلتا چلا جا رہا ہے۔ حضرت عمر کے وقت ایک مقدمہ آپ کے پاس آیا کسی شخص کا غلام کماتا بہت تھا لیکن مالک کو دیتا کم تھا۔ حضرت عمر نے اس غلام کو بلایا اور اسے کہا کہ مالک کو زیادہ دیا کرو۔ مگر اس کا خیال تھا کہ حضرت عمر نے غلط فیصلہ کیا ہے اس پر اس کے دل میں بغض بڑھنا شروع ہوا۔ آخر ایک دن حضرت عمر نماز پڑھ رہے تھے کہ اس غلام نے آپ کو خنجر مار کر قتل کر دیا۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ وہ عمر جو کروڑوں انسانوں کا بادشاہ تھا جو بہت وسیع مملکت کا حکمران تھا جو مسلمانوں کا بہترین رہنما تھا ساڑھے تین آنے پر مار دیا گیا مگر بات یہ ہے کہ جن کی طبیعت میں بغض اور کینہ ہوتا ہے وہ ساڑھے تین آنے یا دو آنے نہیں دیکھتے وہ اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں۔ ان کی طبیعت بغض کے لئے وقف ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے لئے اور دوسروں کے لئے کیا نتیجہ ہو گا۔ حضرت عمر کے قاتل سے جب دریافت کیا گیا کہ اس نے یہ سفاکانہ فعل کیوں کیا تھا تو اس نے کہا کہ میرے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا میں نے اس کا بدلہ لیا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر جنگ کے وقت ہزار میں سے پانچ سو حفاظت کیلئے کھڑے کئے جاسکتے ہیں تو کیا معمولی خطرے کے وقت ہزار میں سے پانچ دس آدمی حفاظت کیلئے کھڑے نہیں کئے جاسکتے؟ یہ کہنا کہ خطرہ غیر یقینی ہے بیہودہ بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا۔ آپ نماز پڑھا رہے تھے مسلمان بھی نماز میں مشغول تھے کہ ایک بدمعاش نے سمجھا کہ یہ وقت موزوں ہے حملہ کرنے کیلئے وہ آگے بڑھا اور اس نے خنجر سے وار کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نماز کے وقت پہرہ دینا نماز کے اصول یا وقار کے خلاف ہے تو سوائے اپنی حماقت کے مظاہرہ کرنے کے اور وہ کچھ نہیں کرتا۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت عمر نے اپنے بیٹے کو کہا کہ عبداللہ دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے انہوں نے حساب کیا تو چھاسی ہزار درہم نکلے۔ صحابہ کرام جانتے تھے کہ ہمارا یہ سادہ زندگی بسر کرنے والا امام اتنی بڑی رقم اپنے اوپر خرچ کرنے والا نہیں ہے انہیں معلوم تھا کہ یہ رقم بھی انہوں نے ضرورتمندوں اور غریبوں پر ہی خرچ کی تھی۔ پھر حضرت عمر نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر سے فرمایا: میرے قرض کی ذمہ داری قبول کرو چنانچہ انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ حضرت عمر ابھی دفن نہیں کئے گئے تھے کہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر قرض کی رقم لے کر حضرت عثمان کی خدمت میں پہنچے اور چند گواہوں کے سامنے اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ حضور انور نے فرمایا یہ ذکر ابھی چل رہا ہے انشاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad